جدید دفاعی صنعت اور عالمِ اسلام: ضروریات اور تقاضے عہدِ حاضر کے تناظر میں

Latest Defense Industry & Islamic World: Needs & Requirements in the purview of Present Day

Muhammad Nasrullah
Ph.D. Scholar, Department of Islamic Studies
Lahore Garrison University, Lahore
Email: nasrullah.havailvi@gmail.com

Dr. Ata Ur Rehman
Assistant Professor, Department of Islamic Studies
Lahore Garrison University, Lahore
Email: ataurrehman@gmail.com.edu.pk

Abstract
Islam is a religion that bounds the state to take rudimentary steps for internal & external defense. This is meant to secure the state and its citizens. For the attainment of this purpose, Muslims should be armed with latest weapons. That is why Last Prophet of Allah Almighty Hazrat Muhammad ﷺ laid great stress on the availability of present technology for the safety of Islamic state as well as Muslims. He ﷺ devised many plans and techniques to achieve present warfare strategies and weapons. For this mission, Arm making industry was established, necessary weapons were imported and Muslims were also trained properly to combat with the current challenges. Pious Caliphs and successor Muslim rulers also carried on this policy. Resultantly, they subjugated a large part of world till the end of the First Century A.H and maintained ideal management in the conquered territories. Thereupon, Islam became a dominant force in the whole world. After this glorious period, Muslims became stagnant and neglected utilization of latest defense technology. Consequently, Western nations got upper hand with their modern technology and exploited resources of Muslim Umma. This tragic situation is continued up to till. The study is fundamentally designed to express the needs and requirements of modern defense industry for the Islamic World. This is qualitative research in which data is gathered from secondary sources, books, articles and online sources. The study suggests guidelines for contemporary Islamic World through the Exemplary role of Muslims in the early Islam.

Keywords: Rudimentary steps, Defense, Latest Technology, Weapons, Dominant force, Modern Islamic World, Early Islam

تعارف (Introduction)

صنعت و حرفت ایسی سرگرمی کا نام ہے، جس میں کوئی آدمی اپنی مہارت سے نئی اور کارآمد مند چیز بناتا ہے۔ اس عمل میں خام مال کو دستکاری یا مشینی آلات کی معاونت سے نئی اشیاء کو عملی جامہ پہنا کر منظرِ عام پر لایا جاتا ہے۔ نسلِ انسانی کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ مختلف علاقوں اور معاشروں میں اسلحہ سازی سمیت کثیر الانواع دستکاریاں اور صنعتیں معرضِ وجود میں آئیں، جن کا سلسلہ ان گنت جدید صنعتی پیداوار کی صورت میں ہنوز جاری و ساری ہے۔

فی زمانہ دفاعی صنعت عالمی سطح پر ایک منظم کاروبار ہے، جس میں فوجی ٹیکنالوجی، اسلحہ جات اور دیگر سازوسامان تیار کیا جاتا ہے۔ عہدِ حاضر میں دفاعی صنعت ایک ایسا پیچیدہ نظام ہے، جس میں انسانوں کی ذہنی و فکری صلاحیت، تحقیقات، تخلیقی نظریات، جدید ترین مشینری، دفاعی امور سے متعلق اعداد وشمار اور جہدِ مسلسل جیسے عوامل کارفرما ہوتے ہیں۔ دفاعی صنعت اور دفاعی پیداوار کا واضح مقصد ملکی افواج کو تازہ ترین عسکری صلاحیت سے لیس کر کے حال اور مستقبل میں ریاستی سلامتی کو یقینی بنانا ہوتا ہے۔ لاان سائیڈز کے مطابق دفاعی صنعت کی تعریف یوں کی گئی ہے:

"Defense industry means the commercial industry involved in research and development, engineering production and servicing material, equipment and facilities including military weapons. (1)

ترجمہ: دفاعی صنعت کا مطلب ہے ایسی تجارتی صنعت جس میں تحقیق و ترقی، پیداواری انجینئرنگ، صنعت میں مستعمل مواد، اوزار، سہولیات اور فوجی سازوسامان شامل ہو۔

دفاعی صنعت کے ذریعے دفاعی خود مختاری کا حصول ہر دور میں ریاستی ضروریات میں اہم عنصر کے طور پر شامل رہا ہے۔ وہ اقوام جو جدید دفاعی صلاحیت اور ٹیکنالوجی کی حامل ہوتی ہیں، وہ کمزور اقوام پر تسلط حاصل کر لیتی ہیں۔ دورِ حاضر میں اُمتِ مسلمہ جس پر آشوب دور سے ہمکنار ہے، اس کی بڑی اور بنیادی وجہ اُن کے ہاں جدید عسکری آلات کا ناپید ہونا ہے۔ گزشتہ چند صدیوں سے مسلمان مغربی اقوام کے سیاسی، اقتصادی اور عسکری غلبے کا شکار ہیں۔ اگرچہ بیسویں صدی میں انہیں ظاہری طور پر آزادی دیکر کئی ممالک میں بانٹ دیا گیا ہے، لیکن امنِ عالم اور اقتصادی اُمور کے جملہ اختیارات امریکہ اور دیگر مغربی اقوام کے زیرِ اثر ہیں۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ مسلمان اپنی عسکری، سیاسی اور اقتصادی ضروریات کے لئے ان کے مرہونِ منت ہیں۔

اسلامی تاریخ کی ابتدائی صدیوں میں مسلمانوں نے دفاع کی اہمیت کے پیشِ نظر اسلحہ سازی اور جدید آلاتِ حرب وضرب کے حصول پر خصوصی توجہ مرکوز کی۔ عہدِ نبوی ﷺ اور خلافتِ راشدہ میں مسلم افواج کو حالات کے تقاضوں کے مطابق دفاعی آلاتِ سے لیس کیا گیا۔ بحری قوت جس کو اموی خاندان نے بامِ عروج تک پہنچایا، رومی سلطنت کے بیشتر علاقوں کو فتح کرنے میں کارگر ثابت ہوئی۔ مابعد ادوار میں عباسی، عثمانی اور دیگر مسلمان حکومتوں نے دفاعی صلاحیت کو اپنی ترجیحات میں رکھا۔ لیکن قرونِ اُولیٰ کے بعد مسلمان جدید علوم سے نابلد اور ماعصر عسکری تقاضوں سے بے بہرہ ہوگئے۔ نتیجتاً یورپی صنعتی انقلاب اور ان کی جدید دفاعی صلاحیت مسلمانوں کو سیلِ رواں کی طرح بہا کر لے گئی اور صدیوں پر محیط ان کی سطوت و حشمت آج قصہ پارینہ بن چکی ہے۔

دورِ حاضر میں مغربی دنیا، روس اور چین جدید عسکری ٹیکنالوجی کے لحاظ سے اُمّتِ مسلمہ سے کہیں آگے ہیں۔ کیونکہ ان کے ہاں نت نئی تحقیق کے لئے ماہرین، سائنسدان، جدید سہولیات سے مزین رصد گاہیں اور پیش

آمدہ مسائل کی بابت تجربات کرنے کے خاطر خواہ انتظامات موجود ہیں۔ نتیجتاً وہ دفاعی لحاظ سے بالاتر ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی دفاعی پیداوار کی بدولت کثیر زرِ مبادلہ بھی کمارہے ہیں۔ قابلِ افسوس حالت یہ ہے کہ جدید صنعتکاری سے بے بہرہ ہونے کے موجب مسلم دنیا کو اپنے دفاع کے لئے بجٹ کی خطیر رقم فوجی سازوسامان کی خرید پر صرف کرنا پڑتی ہے۔ اسلحہ سازی کی پیداوار اور تجارت کا جائزہ لیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ بڑے اسلحہ ساز اور اسلحہ کے تاجر ممالک میں کوئی ایک بھی اسلامی ملک نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس وہ مغربی اور ترقی یافتہ ممالک کے اسلحہ کے خریدار ہیں۔ سٹاک ہوم انٹرنیشنل پیس ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (سپری) کے مطابق:

> "امریکہ، برطانیہ، جرمنی، فرانس، سویڈن، کینیڈا، ہسپانیہ، نیدرلینڈ، اسرائیل، روس اور چین اسلحہ سازی میں سرِ فہرست ہیں اور دنیا کے دیگر ممالک کو اسلحہ فراہم کرتے ہیں۔ جبکہ دفاعی بجٹ پر سب سے زیادہ رقم مختص کرنیوالے دس ممالک میں سعودی عرب بھی شامل ہے۔(2)

امریکہ اور اس کے حواریوں نے جدید دفاعی صنعت کے بل بوتے پر مسلم ممالک جیسے کہ لیبیا، سوڈان، افغانستان اور عراق پر بربریت کی انتہا کر دی۔ لاکھوں بے گناہ مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور ان ممالک پر بے جا پابندیاں عائد کر کے ان کا جینا دو بھر کر دیا ہے۔ اگر ان مسلم ممالک کے پاس ایٹم بم اور جدید ٹیکنالوجی سے مسلح فوج ہوتی تو امریکہ اپنے حلیفوں کی معاونت سے ان پر جارحیت کا ارتکاب ہر گز نہ کرتا۔ یہ ایک المیہ ہے کہ اسلامی دنیا کے متمول اور تیل کی دولت سے مالا مال ممالک کویت، سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات یورپ اور امریکہ کے محتاج ہیں۔ عسکری آلات کی عدم صلاحیت کی وجہ سے عرب اور اسلامی دنیا فلسطین اور کشمیر کے مسئلہ پر بے بس اور خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے۔ افسوسناک حقیقت یہ ہے کہ جدید ٹیکنالوجی اور دفاعی صنعت کا حصول مسلمانوں کی ترجیحات میں ہی شامل نہیں۔ فی زمانہ ستاون اسلامی ریاستیں دُنیا کا پچیس فیصد رقبہ، تیئس فیصد آبادی اور ستّر فیصد معدنی تیل کے ذخائر ہونے کے باوصف مغرب کے دستِ نگر ہیں۔ جدید فنی صلاحیتوں کی کمی نے آج عالمِ اسلام کو سیاسی و معاشی لحاظ سے انحطاط سے دوچار کر دیا ہے۔ اندریں حالات اسلامی دنیا کے پاس عہدِ حاضر کی جدید ٹیکنالوجی اور صنعتی پیداوار کا ہونا وقت کا اہم ترین تقاضا ہے۔

اسلام میں دفاع اور دفاعی صنعت کی اہمیت وضرورت

(Importance of Defense & Defense Industry in Islam)

اسلام ملکی دفاع کو اولین اہمیت دیتا ہے تاکہ اسلامی ریاست کی سالمیت، خود مختاری اور آزادی برقرار رہے۔ عہدِ نبوی ﷺ، خلافتِ راشدہ اور مابعد ادوار میں مسلمانوں نے عسکری آلات اور فوجی تنظیم کو وقت کے

تقاضوں کے مطابق ہم آہنگ کیا۔ اُن کے عزمِ استقلال، جذبہ جہاد اور جدید عسکری صلاحیت نے روم و ایران جیسی دو عالمی طاقتوں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔ اسلام نے ریاستی دفاع اور اس ضمن میں دفاعی صنعت کو جو نمایاں اہمیت دی گئی ہے، اسے درج ذیل نکات میں بخوبی سمجھا جا سکتا ہے۔

1۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کے مقاصد میں سے ایک مقصد دنیا میں عدل و انصاف کا قائم کرنا ہے۔ انصاف کے تقاضوں کو روبہ عمل لانے کے لئے فوجی طاقت ناگزیر ہوتی ہے۔ عسکری قوت کے عملی نفاذ کی خاطر مالکِ ارض و سماء نے لوہا اتارا تاکہ اس سے آلاتِ حرب وضرب تیار کر کے طاغوتی اور باطل قوتوں کو زیر کیا جا سکے۔ ارشادِ ربانی ہے:

{ لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَ أَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَ أَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ } (3)

ترجمہ: "ہم نے بھیجے ہیں اپنے رسول نشانیاں دے کر اور اتاری ان کے ساتھ کتاب اور ترازو کہ لوگ سیدھے رہیں انصاف پر، اور ہم نے اتارا لوہا، اس میں سخت لڑائی (زور) ہے، اور لوگوں کے کام چلتے (فائدے) ہیں"(4)

2۔ قدیم زمانے سے لیکر جدید ٹیکنالوجی کے وجود میں آنے تک دفاعی صنعت میں زرہ اہم مقام کی حامل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت داؤد علیہ السلام کو زرہ سازی کا فن عطا کیا تاکہ وہ اس جنگی لباس کی وساطت سے دشمنوں کا مقابلہ کر سکیں۔ چنانچہ فرمان خداوندی ہے:

{وَأَلَنَّا لَهُ الْحَدِيدَ أَنِ اعْمَلْ سَابِغَاتٍ وَقَدِّرْ فِي السَّرْدِ }(5)

ترجمہ: "اور نرم کر دیا ہم نے اس کے آگے لوہا۔ کہ بنا کشادہ زرہیں، اور اندازے سے جوڑ کر کڑیاں"

ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

{وعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْ بَأْسِكُمْ فَهَلْ اَنْتُمْ شَاكِرُوْنَ } (6)

ترجمہ: "اور اس کو سکھایا ہم نے بنانا ایک تمہارا پہناوا (زرہ سازی)، کہ بچاؤ ہو تم کو تمہاری لڑائی سے۔ سو کچھ تم شکر کرتے ہو۔"۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی بنائی ہوئی زرہیں ماحضر زرہوں سے جدید تھیں اور دوسری زرہوں کے مقابل مضبوطی کی حامل تھیں۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ مسلمانوں کے لئے حالات کے تقاضوں کے بموجب جدید دفاعی صنعت کا حصول کس قدر ضروری ہے۔ چنانچہ مولانا امین احسن اصلاحیؒ لکھتے ہیں:

"حضرت داؤد علیہ السلام اعلیٰ اور عدیم النظیر زرہیں تیار کرتے تھے، جس کی وجہ سے وہ ماحضر دنیا کی سب سے بڑی عسکری قوت کے مالک تھے۔(7)

3۔ نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کے تحفظ کے لئے دفاعی قوت کا ہونا ناگزیر ہے، جو اپنے تئیں دفاعی صنعت کی ضرورت کی اُجاگر کرتی ہے۔ چودہ سو سال قبل ریاستِ مدینہ کو جب بیرونی جارحیت کا خطرہ لاحق ہوا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنا دفاع مضبوط کرنے کا حکم اس طرح صادر فرمایا:

{وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَ أَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ}(8)

ترجمہ: "اور سر انجام کرو ان کی لڑائی کو، جو پیدا کر سکو زور اور گھوڑے پالنے، کہ اس سے دھاک پڑے اللہ کے دشمنوں پر، اور تمہارے دشمنوں پر، اور ایک اور لوگوں پر سوا ان کے جن کو تم نہیں جانتے، اللہ ان کو جانتا ہے۔ اور جو خرچ کرو گے اللہ کی راہ میں، پورا ملے گا تم کو، اور تمہارا حق نہ رہے گا"۔

مسلمانوں کے پاس ضروری وسائل جیسا کہ سواریاں، جنگی آلات اور دیگر ساز و سامان کا ہونا لابدی ہے تاکہ دشمنانِ اسلام کا مقابلہ کیا جاسکے۔ اس سلسلے میں امام فخر الدین رازیؒ لکھتے ہیں:

لِلْجِهَادِ بِالنَّبْلِ وَالسِّلَاحِ وَتَعْلِيمِ الْفُرُوسِيَّةِ وَالرَّمْيِ فَرِيضَةٌ (9)

ترجمہ: تیر اور اسلحے کے ساتھ سے جہاد کرنا اور گھڑ سواری اور تیر اندازی کی تعلیم دینا فرض ہے۔

اسلامی ریاستوں کے لئے موجودہ اور مستقبل کے تمام ادوار کے تقاضوں کے مطابق جدید اسلحہ ساز فیکٹریاں بنانا فرض ہے تاکہ عسکری سطح پر دشمنانِ اسلام کا مردانگی سے مقابلہ کیا جاسکے۔

4۔ نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ نے دفاع کے لئے جدید ہتھیاروں سے لیس ہو کر چوکس و چوبند رہنے کا درس دیا۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ، أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ، أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ))"(10)

ترجمہ: اور تیاری کرو کافروں کے ساتھ جنگ کے واسطے، وہ چیزیں جن سے تم قوت حاصل کر سکو، خبردار بیشک قوت تیر اندازی ہے، خبردار بیشک قوت تیر اندازی ہے، خبردار بیشک قوت تیر اندازی ہے۔

رسول کریم ﷺ نے ہمیشہ جنگی مشقوں کا بندوبست کیا، جس میں نشانہ بازی اور تیر اندازی کے طریقے مجاہدین کو سکھائے جاتے تھے۔

5)۔ دفاعی پیداوار کے لئے صنعتیں لگانا اور دیگر دفاعی فنون میں مہارت حاصل کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاں مرغوب اور پسندیدہ عمل ہے۔ فرمانِ مصطفوی ﷺ ہے:

((إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ يُدْخِلُ بِالسَّهْمِ الْوَاحِدِ ثَلَاثَةَ نَفَرٍ الْجَنَّةَ، صَانِعَهُ يَحْتَسِبُ فِي صَنْعَتِهِ الْخَيْرَ، وَالرَّامِيَ بِهِ، وَمُنْبِلَه))-(11)

ترجمہ: بے شک اللہ ربّ العزّت ایک تیر کے عوض تین آدمیوں (مسلمانوں) کو جنت میں داخل کرے گا، ایک وہ آدمی جس نے ثواب کی نیت سے تیر بنایا (یعنی اسلحہ ساز)، دوسرا تیر پھینکنے والا (میدانِ جنگ میں دشمن کے خلاف استعمال کرنے والا) اور تیسرا تیر پکڑوانے والا

اس رغبت و تحریص کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان اپنے دفاع کی خاطر دفاعی پیداوار اور حربی فنون سے ہر وقت آگاہ رہیں تاکہ دشمن کا احسن طریق سے مقابلہ و مسابقہ کیا جاسکے۔ دورِ حاضر میں جدید ٹیکنالوجی کا حصول بھی اسی قبیل سے ہے، جس میں راکٹ، میزائل، جوہری بم، ہائیڈروجن بم، نیوٹران بم، جراثیمی بم اور خلائی سیارے شامل ہیں، لہٰذا عالم اسلام کے لئے جدید سے جدید تر ہتھیاروں سے لیس ہونا وقت کا تقاضا ہے۔ موجودہ اسلامی دنیا کے لئے جدید دفاعی ٹیکنالوجی کی ضروریات کا کماحقہ احاطہ کرنے کے لئے مندرجہ ذیل اہم نکات اور مباحث کو زیرِ غور لانا ضروری ہے۔

1۔ اولین عہدِ اسلام اور ماحضر دفاعی صنعت کا استعمال

(Period of Early Islam and Utilization of Present Defense Production)

اسلام سے قبل جزیرۃ العرب میں روایتی ہتھیار استعمال کرنے کا عام رواج تھا۔ ہر فرد اور قبیلے کے پاس جنگی آلات ہوتے تھے، جس سے مقامی سطح پر آلاتِ حرب تیار کرنے کی صنعت نے جنم لیا۔ عربوں کو آلاتِ حرب کی ساخت و پرداخت میں خصوصی ملکہ حاصل تھا۔ علامہ محمود شکری آلوسیؒ نے "بلوغ الارب" میں ان اوزار کا تذکرہ کیا ہے، جن میں اہلِ عرب مہارت کار اور مشہور تھے:

> بحرین، عمان، یمن اور عراق خصوصی طور پر زرہ سازی کی صنعت میں شہرت کے حامل تھے۔ یونانی زرہوں کے مقابلے میں مندرجہ بالا مقامات کی زرہیں مضبوطی کے لحاظ سے زیادہ پسند کی جاتی تھیں۔ عرب کی سرحد پر واقع ملک شام کے علاقے مشارف الشام (موتہ اور ویاف) کی بنی ہوئی مشرفی تلواریں بہت معروف تھیں۔ سلوقی زرہیں یمن کی "سلوق" نامی بستی سے منسلک تھیں۔ بحرین کے ایک جزیرے "خط" میں نیزے تیار کئے جاتے تھے۔(12)

زمانہ قبل از اسلام اور عہدِ نبوی ﷺ میں آلاتِ جنگ میں زرہ کا خصوصی طور پر ذکر ملتا ہے، جسے مسلمان اور کفار دونوں میدانِ کارزار میں استعمال کرتے تھے۔ اس کے متعلق پروفیسر محسن عثمانی ندوی لکھتے ہیں:

"رومیوں سے جنگ کے بعد زرہ اور خود کا استعمال عام ہو گیا، یہ زرہیں عموماً فولاد سے بنائی جاتی تھیں۔ جس سے چھاتی، کلائیوں اور پنڈلیوں کو محفوظ کیا جاتا تھا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان دونوں آلاتِ حرب کو بہ نفسِ نفیس پہنا ہے۔(13)

دس سالہ مدنی دور کے غزوات و سرایا اسلام میں آلاتِ حرب و ضرب کے استعمال کی بھرپور عکاسی کرتے ہیں۔ کفر و اسلام کے درمیان ہونے والے پہلے معرکہ 'غزوۂ بدر' میں اگرچہ مسلمانوں کے پاس قلیل سامان جنگ تھا لیکن مالِ غنیمت میں ہاتھ آنے والا ساز و سامان عرب میں مروّج آلات جنگ کی نشاندہی کرتا ہے۔ چنانچہ واقدی لکھتے ہیں:

"كَانَتْ الدّرُوعُ فِي قُرَيْشٍ كَثِيرَةً، فَلَمّا انْهَزَمُوا جَعَلُوا يُلْقُونَهَا" (14)

ترجمہ: (بدر کے روز) قریشِ مکہ (جن کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی) کی کثیر تعداد زرہ (لوہے کا جنگی لباس) بند تھی، جب وہ میدان چھوڑ کر بھاگے تو اپنی زرہیں پھینک گئے۔

بنو قینقاع کے ساتھ تصادم میں یہودی زرہ بکتر تھے۔ ہتھیار ڈالنے کے بعد معاہدہ کے مطابق ان کی زرہیں مسلمانوں کے قبضے میں آ گئیں۔ ان کے علاوہ ان کی گڑھیوں یا قلعوں میں کافی تعداد میں ہتھیار اور زیورات پائے گئے۔ مونٹگمری واٹ کا یہ خیال صحیح معلوم ہوتا ہے کہ:

"غالباً ان کی دوکانوں میں مسلمانوں کو اسلحہ سازی کے اوزار ملے تھے، کیونکہ وہ ماہر اسلحہ ساز بھی تھے۔(15)

مدینہ منورہ اور خیبر کے یہودیوں سے مسلمانوں کو بہت سا اسلحہ مالِ غنیمت کی صورت میں ملا، جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہود نہ صرف عسکری صلاحیتوں سے متصف تھے بلکہ اسلحے کے تاجر بھی تھے۔ محمد طفیل نقوشِ رسول میں اس حوالے سے رقمطراز ہیں:

> مسلمانوں نے مدینہ اور خیبر کے یہودیوں پر غلبہ پانے کے بعد ان سے مجموعی طور پر دو ہزار دو سو چالیس تلواریں، آٹھ سو پچاس زرہیں، تین ہزار نیزے، پندرہ سو ڈھالیں، پانسو بڑی کمانیں، پچاس لوہے کے خود، ایک منجنیق اور دو دبابے حاصل کئے۔ اس سے مسلم فوج کے اسلحہ میں کافی اضافہ ہوا۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ مالِ غنیمت سے ہاتھ آنے والا اسلحہ مسلمانوں کی صرف ایک چوتھائی عسکری ضرورت کو پورا کر سکتا تھا۔ بقیہ اسلحہ عطیات سے خریدا گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے آلاتِ حرب کو ترقی دینے کے لئے ہر ممکن سعی کی۔(16)

آنحضرت ﷺ نے مدینہ منورہ میں باقاعدہ فوجی تنظیم قائم کی اور مہمات میں مسلم فوج کو کیل کانٹے اور ضروری ساز و سامان سے لیس کیا۔ مکہ مکرمہ کو فتح کرنے کی غرض سے جب حضور ﷺ صحابہ کرام کی معیّت میں مدینہ منورہ سے نکلے تو آپ ﷺ کے ساتھ پوری طرح اسلحے سے لیس فوج تھی۔

سپہ سالارِ اعظم حضرت محمد ﷺ کے ذاتی آلاتِ حرب وضرب

نبی مکرم پیکرِ رشد و ہدایت حضرت محمد ﷺ نے بطور سپہ سالار دفاع کی اہمیت کو نمایاں مقام دیا، جس سے دفاعی صنعت کو فروغ دینے کے امکانات روشن ہو گئے۔ دور نبوی ﷺ میں تلوار، کمان، ترکش، تیر، زرہ، نیزہ اور ڈھال جنگی آلات کے طور پر استعمال ہوتے تھے۔ جنہیں بنانے کے لئے لوہا، تانبا اور چاندی کو ڈھال کر عمل میں لایا جاتا تھا۔ اسلام میں دفاعی صنعت کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ جب آپ ﷺ کا وصالِ مبارک ہوا تو کاشانہ اقدس میں نو یا دس یا گیارہ تلواریں آویزاں تھیں شاہ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

"بعض سیرت نگاروں کے مطابق حضور اکرم ﷺ کے قبضے میں دس تلواریں تھیں۔ ان تلواروں میں ذوالفقار، ماثور، عضب، مخذم، رسوب، قلعی اور قضیب شامل ہیں۔ بعض اہلِ سیر قضیب اور ذوالفقار کو ایک ہی تلوار گردانتے ہیں۔(17)

آزاد دائرۃ المعارف نے ان تلواروں کے علاوہ الحتف اور البتار کا ذکر بھی کیا ہے۔ ان تلواروں میں سے آٹھ تلواریں اس وقت ترکی کے شہر استنبول میں ایک عجائب گھر میں محفوظ کی گئیں ہیں۔ جبکہ ایک تلوار مصر کی ایک مسجد کے اندر محفوظ ہے۔(18)

ان تلواروں کی تفصیل سے عیاں ہوتا ہے کہ اُس وقت آہن گر مختلف قسم کے آلاتِ حرب بناتے تھے، جن میں تلوار سازی نمایاں تھی۔ عبدالرؤف داناپوری تلواروں کے علاوہ نبی ﷺ کے آلات حرب وضرب کے بارے میں اس طرح رقمطراز ہیں:

"تلواروں کے علاوہ آپ ﷺ کے قبضے میں دو نیزے، چھ کمانیں، سات زرہیں، دو عدد خط، دوعدد سپر، تین عدد چوب دستی، تین عدد حجاب، ایک چھوٹا سا خیمہ اور جسامت کے لحاظ سے ایک بڑا ترکش تھا۔(19)

درج بالا تصریحات سے ریاستی دفاع کے لئے اسلحہ سازی کی ضرورت اُجاگر ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی سنتِ مبارکہ سے اپنے متبعین کو یہ تعلیم اور تربیت دی کہ عبادت و ریاضت کے ساتھ اسلام دشمن عناصر سے محفوظ رہنے اور ان کی ریشہ دوانیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ہر وقت مستعد رہنا چاہیئے، جس کے لئے فی نفسہٖ مضبوط دفاع اور دفاعی صنعت ناگزیر ہے۔

عہدِ نبوی ﷺ میں جدید آلاتِ حرب کا استعمال

حضور اکرم ﷺ نے عسکری حکمتِ عملی میں مختلف مؤثر تدابیر کو اختیار کیا۔ فوج کی صف بندی، تربیت، خندق کی کھدائی، منجنیق اور دبابہ کے استعمال اور اسلحہ خانوں کے قیام جیسے معاملات میں کامیاب تجربات کئے۔ منجنیق اور دبابہ جیسے عسکری آلات، جن کی تفصیل درج ذیل دی جارہی ہے، ماحضر جدید دفاعی ٹیکنالوجی میں شمار ہوتے تھے۔

منجنیق

منجنیق ایک قلعہ شکن آلہ ہوتا تھا جو توپ کی طرح ایک مقام پر نصب کیا جاتا تھا۔ منجنیق کے استعمال کی بابت علامہ جرجی زیدان لکھتے ہیں:

"منجنیق کے ذریعے بڑے بڑے پتھروں کو پھینک کر قلعوں کو منہدم کیا جاتا تھا۔ دشمنوں پر تیر برسائے جاتے اور ان کے مکانات کو نفط کے ذریعے جلانے کی ضرورت کو پورا کیا جاتا تھا۔(20)

غزوہ طائف کے دوران منجنیق کا استعمال مسلمانوں کے لئے ایک نیا تجربہ تھا۔ چنانچہ ابن کثیرؒ رقم طراز ہیں:

((أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلُ مَنْ رَمَى فِي الْإِسْلَامِ بِالْمَنْجَنِيقِ))(21)

ترجمہ: آپ ﷺ نے اسلامی تاریخ میں پہلی بار اہل طائف پر منجنیق کا استعمال کیا۔

دبابہ

اس آلے کے اندرونی حصہ میں سپاہی داخل ہو کر اسے چلاتے ہوئے قلعہ کی فصیل تک پہنچ کر اس کی دیواروں میں شگاف پیدا کرتے اور اس کا بالائی چھت نما حصہ دورانِ محاذ مدِ مقابل کے تیروں سے حفاظت کا کام دیتا تھا۔ دبابہ کو موجودہ دور کا ٹینک کہہ سکتے ہیں۔ چنانچہ البلیاوی لکھتے ہیں: "الدبابہ سے مراد ٹینک یعنی مسلح جنگی موٹر ہے۔(22)

اس زمانے میں دبابہ عموماً لکڑی اور خشک مضبوط چمڑے سے بنایا جاتا تھا۔ جرجی زیدان نے اس کی ساخت کے بارے لکھا ہے:

"دبابہ موٹی لکڑیوں سے بنایا جاتا تھا جو باہم پیوست ہوتی تھیں۔ آگ لگنے سے حفاظت کے پیش نظر اس کے اوپر کی جانب سرکے میں ڈبو کر تر کیا ہوا چمڑا اور موم جامہ لگایا جاتا تھا۔ بعد ازاں اس کو پہیے لگائے جاتے تھے۔(23)

محاصرہ طائف کے دوران نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دبابہ بنوایا اور اسے اس غزوہ میں استعمال کیا گیا۔ چنانچہ الکتانیؒ لکھتے ہیں:

"أول دبابة صنعت في الإسلام دبابة صنعت على الطائف حين حاصرها رسول الله صلى الله عليه وسلم -دخل نفر من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم تحت دبابة، ثم رجعوا بها إلى جدار الطائف ليحرقوه اهـ منه. (24)

ترجمہ: سب سے پہلے جو دبابہ اسلام میں بنایا گیا، یہ وہی دبابہ تھا، جو طائف کا محاصرہ کرنے کیلئے لگایا گیا تھا۔ چند صحابی دبابے میں داخل ہو کر طائف کی فصیل تک پہنچے تاکہ اس کے دروازے میں آگ لگا دیں۔

منجنیق اور دبابہ کی تربیت کہاں سے حاصل کی گئی، اس کے متعلق ابن سعدؒ رقمطراز ہیں:

"ولم يحضر عروة بن مسعود ولا غيلان بن سلمة حصار الطائف كانا بجرش يتعلمان صنعة العرّادات والمنجنيق والدبابات، جرش: والعرّادات قال فيه أيضا: شيء أصغر من المنجنيق-(25)

ترجمہ: عروہ بن مسعود ثقفی اور محمود بن غیلان رضی اللہ عنہما نے جُرش جا کر عرادات، منجنیق اور دبابات کے بنانے کا طریقہ سیکھا۔ اسی وجہ سے وہ اس غزوہ میں شرکت نہ کر سکے۔ عرادات کو منجنیق سے چھوٹا حربی آلہ شمار کیا جاتا تھا۔

جُرش نامی صنعتی شہر اس زمانے میں کہاں واقع تھا، اس کے متعلق الکتانیؒ لکھتے ہیں:

كما في القاموس بلد بالأردن قرب عمان، وكزمر: مخلاف باليمن منه الأديم-(26)

ترجمہ: جیسا کہ قاموس میں ہے کہ جرش عمان کے قریب اردن کا شہر ہے بعض اسے یمن کا ایک شہر بتاتے ہیں۔

ڈاکٹر حمید اللہ جرش کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"جرش طائف کے جنوب میں ایک اہم مقام ہے۔ جو ان دنوں فصیل دار بند شہر تھا۔ اس میں حیرت نہ ہو گی کہ جرش اتنا بڑا متمدن تھا کہ وہاں منجنیق، دبابہ اور ضبور وغیرہ قلعہ شکن اور دفاعی آلات بنتے تھے۔(27)

اُس دور میں منجنیق اور دبابہ یہودی اور رومی استعمال کیا کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے غیر مسلموں کی دفاعی صنعت کو اختیار کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی بلکہ ان کو تیار کرنے اور استعمال کرنے کا طریقہ سیکھنے کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مامور کیا۔ دبابہ اور ضبوّر سے جدید دور کے ٹینکوں کا سا کام لیا جاتا تھا اور منجنیق حالاتِ حاضرہ کی قلعہ شکن توپوں کی مانند تھی۔ ان دفاعی صنعتوں کو سیکھنے کے لئے صحابہ کرام نے جرش (ملکِ شام) کا سفر اختیار کیا۔

محولہ بالا حقائق اس چیز کی عکاسی کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو اپنے دفاع کے لئے عسکری آلات اور دفاعی پیداوار میں خود کفالت حاصل کرنی چاہیئے۔ یہ بات نہایت ہی قابلِ غور ہے کہ آنحضرت ﷺ باوجود کہ روحانی اور ربّانی تائید سے متصف ان مادی ذرائع سے بے نیاز تھے لیکن بایں ہمہ آپ ﷺ نے آلاتِ حرب وضرب میں جدت پیدا کرنے اور مسلمانوں کو اس میں خود انحصاری پیدا کرنے کی رغبت دلائی تاکہ وہ کفار کے مقابلے میں عسکری آلات اور فنونِ حرب میں پیچھے نہ رہ جائیں۔

خلافتِ راشدہ میں دفاعی صنعت

ساتویں صدی عیسوی میں اسلام کی فتوحات کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا۔ اسلام کی یہ جغرافیائی وسعت مسلمانوں کی عسکری قوت کو اُجاگر کرتی ہے۔ چونکہ ان کے مقابل وقت کی دو سپر پاورز ایران اور روم تھیں، اسی لئے انہوں نے جذبہ جہاد اور عزم و ہمت کے ساتھ ساتھ روایتی اور جدید اسلحہ جنگ سے بھی استفادہ کیا۔ ان میں

اختراعات کیں اور انہیں عمدہ مہارت کے ساتھ میدانِ کارزار میں استعمال کیا۔ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ عہدِ خلافتِ راشدہ میں جدید عسکری آلات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محاصرہ تستر میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو منجنیق قائم کرنے کا حکم دیا۔ محاصرہ اسکندریہ کے دوران حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے منجنیق کا استعمال کیا''۔(28) خلفائے راشدین کے عہد میں منجنیق اور دبابہ کے استعمال کے بارے میں علامہ شبلی نعمانیؒ لکھتے ہیں:

''فتح ایران کے دوران بہرہ شیر کے محاصرے میں مسلمانوں نے بیس منجنیقیں استعمال کیں۔ دبابے کو بھی استعمال میں لایا گیا۔(29) مسلمانوں کے زیر استعمال یہ جدید ہتھیار اہلِ یورپ کی جدید ٹیکنالوجی کا سبب بنے، اس سلسلے میں علامہ شبلی نعمانیؒ رقمطراز ہیں:

''قرن اول کے آخیر میں پہلی مرتبہ مسلم فوج نے چینی ترکستان کے محاذ جنگ کے موقع پر توپ چلائی۔ یہی چیز آئندہ زمانوں میں یورپ نے مسلمانوں سے سیکھ کر اس ٹیکنالوجی میں جدت پیدا کر کے اس کو زیادہ مفید اور کارآمد بنایا۔(30)

اس سے یہ عندیہ ملتا ہے کہ مسلمانوں نے عسکری آلات میں جو جدت اور پیشرفت کی، وہ اہلِ یورپ کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوئی۔ انہوں نے ان آلات کی ساخت کو مدنظر رکھتے ہوئے ان آلات کو زیادہ کارآمد بنادیا۔

خلیفہ دوم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دفاع کو بہت زیادہ اہمیت دیتے تھے۔ اس سلسلے میں فوجیوں کی تربیت، اسلحہ کی فراہمی اور مجاہدین کی سہولیات شامل ہیں۔ وہ اس مقصد کے لئے قومی خزانے سے خطیر رقم خرچ کرتے تھے۔ انشال راؤ لکھتے ہیں: ''مؤرخین کے بقول حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پانچ لاکھ دفاعی بجٹ مخصوص کیا۔(31)

ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اگر میں اگلے سال زندہ رہا تو ایک سپاہی کا مشاہرہ چار ہزار درہم کر دونگا تاکہ وہ اس میں سے ایک ہزار درہم سے بہترین اسلحہ خریدے۔(32)

خلیفہ سوم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد میں بیت المال کے فنڈ سے بحری بیڑے کا قیام عمل میں آیا۔ ان کے دور میں اسلامی سلطنت کی حدود آرمینیا سے لیکر طرابلس (لیبیا) تک محیط تھیں۔ اتنی عظیم سلطنت کا قیام مسلمانوں کے جذبہ جہاد اور عسکری صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں بھی دفاعی صنعت پر زور دیا گیا۔ اُن کے پانچ سالہ دور میں اسلحہ کے ڈپو قائم ہوئے جن میں سرکاری ہتھیاروں پر باقاعدہ شناختی نشان ہوتے تھے۔ الغرض پہلی صدی ہجری میں مسلمانوں نے ملکی دفاع کو اولین مقام دیا۔ دفاعی بجٹ، فوجی تربیت، جدید اسلحہ اور ماعصر ٹیکنالوجی کے حصول کو اپنی ترجیحات میں رکھا۔

عہد بنواُمیہ میں آلاتِ حرب کی کیفیت

اُموی عہد میں اندرونی تنازعات اور خلفشار کے باوجود مسلمانوں نے اسلامی سرحدوں کو اتنا وسیع کیا کہ ولید بن عبد الملک (م96ھ) کے دور میں اسلامی سلطنت دنیا کی عظیم ترین سلطنتوں میں ایک تھی۔ چین سے لیکر مراکش تک ان کی فرمانروائی تھی۔ اُموی حکمرانوں نے فوج کو جدید فنی صلاحیت اور ماحضر عسکری آلات سے لیس کیا۔ عہدِ بنو امیہ میں منجنیق کا استعمال بہت زیادہ بڑھ گیا۔ اس دور میں جب عربوں نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا تو اس دوران رومی فوج نے آتشی بارود نما چیز استعمال کی، جس سے آگ دور دور تک پھیل کر تباہی پھیلاتی تھی۔ مسلمانوں نے اس عسکری ٹیکنالوجی کا کھوج لگا کر اس کا استعمال سیکھ لیا۔ چنانچہ پروفیسر محمد عثمانی ندوی اموی دور میں اسلحے کی ترقی اور جدید ٹیکنالوجی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"مسلمانوں نے جب شام کو دارالحکومت بنایا تو دوسرے شعبوں کی مانند اسلحہ سازی میں بہت زیادہ ترقی ہوئی۔ یہاں پر منجنیق، رتیلہ، عراوہ اور بنجکان کا استعمال سیکھا گیا۔ بنجکان کے ذریعہ روغن نفط اور دوسرے آگ لگا دینے والے روغنیات کی بارش کی گئی"(33)

اموی دور میں بہت بڑی منجنیق ہوتی تھی۔ محمد بن قاسم نے حملہ سندھ کے وقت ایسی ہی بڑی منجنیق استعمال کی، چنانچہ جرجی زیدان رقمطراز ہیں:

"حجاج بن یوسف کے پاس "عروس نامی" منجنیق تھی۔ اس کے استعمال کے لئے پانسو آدمیوں کا عملہ مقرر تھا۔ اس منجنیق کو 89ھ میں محمد بن قاسم ہندوستان کی جنگ پر لایا اور اس کے ذریعے اہلِ ہند کا ایک بہت بڑا بت خانہ توڑ ڈالا۔(34)

اُس دور میں آلاتِ حرب وضرب کی عسکری اور معاشرتی اہمیت کا اندازہ فوج کی تعداد اور اس پر اٹھنے والے اخراجات سے بھی کیا جاسکتا ہے۔ المسعودی لکھتا ہے:

"اموی دور میں ہر لحظہ کیل کانٹے سے لیس ساٹھ ہزار فوج ہوتی تھی، جسے چھ کروڑ درہم سالانہ تنخواہ دی جاتی تھی۔(35)

جرجی زیدان کے بقول: "دورِ بنو امیہ میں مسلم فوج دو لاکھ سے بھی زیادہ تعداد کی حامل ہوتی تھی۔ اسلحہ، فوجی تنظیم اور طاقتور بحریہ نے مسلمانوں کو فوقیت حاصل کرنے کا موقع فراہم کیا۔(36)

الغرض اولین عہدِ اسلام میں روایتی آلات کے ساتھ نئی ٹیکنالوجی پر مشتمل آلاتِ حرب وضرب بھی متعارف کرائے گئے، جو وسیع فتوحات میں کامیابی کا سبب بنے۔

بحری قوت کا قیام

قدیم زمانے سے عسکری اور دفاعی نقطہ نظر سے بحریہ کو بڑی اہمیت حاصل رہی ہے۔ ایک طاقتور بحریہ کے لئے بحری بیڑوں، بحری جہازوں اور آبدوزوں کا ہونا ضروری ہے۔ رومیوں کے پاس ایک طاقتور بحری بیڑا تھا، جس کی مدد سے وہ شام اور مصر کے ساحلوں پر حملہ آور ہوتے تھے۔ ان سے محاذ آرائی کے لئے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلامی بحریہ کی بنیاد رکھی گئی۔ عہدِ عثمان رضی اللہ عنہ میں مصر کے گورنر عبد اللہ بن سرح رضی اللہ عنہ نے مصر میں بحری جہاز بنانے کی صنعت کا آغاز کیا۔ اس مقصد کے لئے اس نے مصری دستکاروں کی مہارتوں کو استعمال کیا۔ اپنے بحری بیڑے کی مدد سے انہوں نے رومیوں کو شکست فاش دی۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر ثروت دولت لکھتے ہیں:

"حضرت عبد اللہ بن سرح رضی اللہ عنہ نے دو سو جنگی جہازوں سے چھ سو جنگی جہازوں پر مشتمل رومی بحری بیڑے کو شکست سے دوچار کیا۔ اس کامیاب بحری جنگ کے بعد اسلامی خلافت بحیرہ روم کی ایک بڑی طاقت بن گئی۔ (37)

پروفیسر محسن عثمان ندوی لکھتے ہیں: "بحرَین میں حکم بن العاص نے جنگی بحری بیڑا بھی تیار کیا اور ہندوستان کی جانب بھیجا۔ (38)

41ھ میں جب حضرت معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہ خود عنانِ اقتدار سنبھالا تو انہوں نے شدت سے محسوس کیا کہ بحری بیڑے کے بغیر مفتوحہ رومی علاقوں کو قابو میں رکھنا چنداں مشکل ہے، اسی لئے بحریہ پر کامل توجہ مبذول کی۔ ڈاکٹر علی صلابی کے بقول: "رومیوں نے جب ساحلِ شام کی جانب پیش قدمی کی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ماہر کاریگروں کو جمع کیا تا کہ بحری جہاز بنائے جا سکیں۔ عکا (ملک شام) کے مقام پر کشتی سازی کا کارخانہ قائم کیا گیا۔ اس علاقے میں یہ صنعت اس لئے لگائی کیونکہ یہاں پر لکڑی بکثرت دستیاب تھی۔ (39)

اس صنعت کے لئے انہوں نے شام کے مختلف مقامات سے دستکار اور بڑھئی بھرتی کئے۔ مصر سے بھی کاریگر منگوائے گئے۔ آہنگروں اور نجاروں کو دوسرے علاقوں سے لا کر کارخانوں کے قریب بسایا گیا تا کہ وہ کشتی سازی کی صنعت کے لئے تہہ دل سے کام کریں۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر صلابی لکھتے ہیں:

"عہدِ معاویہ میں عسکری نوعیت کی کشتیاں تعداد میں سترہ سو تک پہنچ چکی تھیں۔ ان بحری کشتیوں کو آلاتِ حرب وضرب، بحریہ کے ماہرین اور دیگر ضروری سامان سے مسلح کیا جاتا تھا۔" (40) بعض نے ان کی تعداد 1800 بھی بتائی ہے۔ (41)

السیوطی نے لکھا ہے کہ: "مصر مین جزیرہ روضہ کے مقام پر جنگی کشتیاں بنانے کا کارخانہ قائم کیا گیا، جس کی وجہ سے اسے "صناعۃ الروضۃ" کا نام دیا گیا۔ (42) النویری لکھتے ہیں: "معاویہ رضی اللہ عنہ کے بحری کمانڈرز عسکری کشتی سازی کی صنعت کے ماہر بھی ہوتے تھے۔ (43)

رشید اختر ندویؒ اموی عہد میں کشتی سازی اور بحریہ کی تشکیل کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں: "طارق بن زیاد نے اندلس میں جس بحری بیڑے کے ذریعے سمندر کو عبور کیا تھا، اس میں دس ہزار سپاہی تھے، جن کے لئے ایک ہزار کشتیوں کی ضرورت تھی۔(44) ڈاکٹر ثروت دولت کے بقول: "عبد الملک بن مروان کے دور میں تونس میں جہاز سازی کا کارخانہ قائم کیا۔(45) معین الدین ندوی رقم طراز ہیں: "اس زمانہ میں اس میں سو جہاز تیار ہوتے تھے۔(46)

یہ اسی دفاعی صنعتی پالیسی کا نتیجہ تھا کہ اُموی دورِ حکومت میں ایک بھاری بھر کم بحری جنگی بیڑہ وجود میں آ گیا۔ ولید بن عبد الملک کے عہد میں بحریہ نے مزید ترقی کی۔ شام، تیونس، اسکندریہ اور نیل میں بحری سکواڈ کے ہیڈ کوارٹر قائم ہو گئے۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اس زمانہ میں اتنا بڑا بحری بیڑا کسی دوسری حکومت کے پاس نہ تھا۔ سلیمان بن عبد الملک کے عہد 98ھ میں قسطنطنیہ کے طاقتور محاصرہ میں مسلمانوں کے پاس پہلے سے زیادہ بحری جہاز تھے۔ چنانچہ ڈاکٹر ثروت دولت لکھتے ہیں:

"اس حملے میں ایک ہزار آٹھ سو جہاز استعمال کئے گئے۔ اس سے پہلے دنیا کی تاریخ میں شاید ہی کسی بحری مہم میں اتنی کثیر تعداد میں جہازوں نے حصہ لیا ہو۔"(47)

اموی دور میں کشتی سازی کی صنعت میں حکومت کی دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ تقریباً تمام بندر گاہوں پر جہاز بنانے کے کارخانے قائم ہو گئے۔ سید سلیمان ندویؒ اس کے متعلق لکھتے ہیں:

"تقریباً تمام بندر گاہوں پر عربوں نے کشتیاں بنانے کے کارخانے بنا دیئے تھے۔ اسلامی سلطنت کے مشرقی حصے میں "ایلہ" اور "سیر اف" کے مقامات پر اس طرز کی فیکٹریاں لگائی گئیں۔"(48)

اگرچہ بحریہ کا آغاز خلیفہ سوم کے عہد میں ہو چکا تھا لیکن اُمویوں نے اس کو بامِ عروج تک پہنچایا۔ بحری قوت کی مدد سے رُومیوں کو شکست فاش سے دوچار کیا۔ برِ اعظم افریقہ کے کئی ممالک فتح کئے۔ قرن اول میں نصف کرہ ارض پر مسلمانوں کا قابض ہونا بڑی حد تک بحری قوت کا مرہونِ منت ہے۔ یہ کہنا بجا طور پر درست ہے کہ پہلی صدی ہجری میں مسلمانوں نے بحریہ کو استحکام بخشا۔ جس کے اثرات عباسی اور عثمانی ترکوں کے ادوار میں ملاحظہ کئے گئے۔

صنعت و حرفت، سائنس اور ٹیکنالوجی خصوصاً دفاعی صنعت کسی بھی قوم کو شاہراہِ ترقی پر گامزن کرتی ہے۔ دفاعی مضبوطی کسی ملک یا قوم کے اقتدار کی طوالت اور وسعت کا سبب بنتی ہے۔ اُموی اور عباسی حکومتیں اپنی خامیوں کے باوصف صنعت و حرفت اور جدید ٹیکنالوجی کے سبب دیر پا اقتدار کی حامل رہیں۔ رشید اختر ندوی لکھتے ہیں:

"عثمانی خلافت کے دور میں سلطان محمد فاتح نے تین لاکھ سپاہیوں پر مشتمل مسلح افواج تیار کی۔ اس نے ہنگری کے انجینئر کی مدد سے تین سو کلو گرام وزنی اور ایک میل کی مسافت پر مار کرنے والی توپ تیار کروائی۔ اس کے پاس ایک

سو بیس کشتیوں پر مشتمل بحری بیڑہ تھا۔ ترک حکمران سلیم ثالث نے توپ بنانے کے کارخانے جدید انداز سے استوار کئے۔ لیکن جب مسلمان جمود کا شکار ہوئے تو شکست سے دوچار ہو گئے۔(49)

اُموی، عباسی اور عثمانی ادوار میں مسلمانوں کے پاس جدید اسلحہ سے مسلح طاقتور افواج ہوتی تھیں۔ وہ مضبوط بحریہ کے مالک تھے۔ یہی وجہ ہے کہ استقامت و بہادری کے ساتھ ساتھ ان عوامل نے ان کی سلطنت کو وسیع اور دیرپا بنا دیا تھا، لیکن جب مسلمان تساہل پسندی، بزدلی، نئے پیش آمدہ حالات سے بے بہرہ اور جدید جنگی صلاحیتوں سے ناواقف ہو گئے تو زوال و نحطاط ان کا مقدر بن گیا۔

2۔ یورپ کا صنعتی انقلاب اور مسلم حکومتوں کا زوال

چودہ سو سال قبل مسلمان پیغمبرِ اسلام حضرت محمد ﷺ کی پھونکی ہوئی انقلابی رُوح سے جزیرۃ العرب سے نکل کر ایک صدی کے اندر اندر دُنیا کے قریباً نصف حصّے پر غالب آ گئے۔ پہلی صدی ہجری کے دوران حاصل کی گئی صلاحیتوں کے ثمرات کی بدولت مسلمانوں نے آٹھویں اور گیارھویں صدی ہجری کے دوران تہذیب و ثقافت اور علم کی بلندیوں کو چھوا۔ اس عرصے میں انہوں نے سائنس اور ٹیکنالوجی کے شعبے میں فقید المثال پیش رفت کی اور مشاہداتی و تجرباتی طریقہ تحقیق و جستجو کی بنیاد رکھی۔

مسلمانوں کی روشن کی ہوئی شمع سے یورپ اور مغربی دُنیا نے جدید علوم کی معرفت اور انکشاف سے اپنے لئے مادی اور اقتصادی ترقی کے نئے باب کا اضافہ کر دیا۔ اُن کی یہی ترقیات نشاۃ ثانیہ (Renaissance) کہلاتی ہیں۔ اٹھارہویں صدی عیسوی تعمیر و ترقی، اہلِ یورپ کی بیداری اور صنعت و حرفت میں جدّت کے لحاظ سے ایک نمایاں دور ہے۔ جیمز واٹ نے اٹھارہویں صدی کے دوسرے نصف میں بھاپ کا انجن متعارف کروایا جس کی برکت سے دفاعی صنعت سمیت تمام صنعتوں میں انقلاب تبدیلی آ گئی۔ صنعتی پیداوار میں بے پناہ اضافہ، آلاتِ حرب و ضرب میں جدّت اور اقتصادی طاقت میں ترقی نے انہیں اس قابل بنا دیا کہ وہ دُنیا کو اپنی مُٹھی میں بند کر لیں۔ عسکری آلات میں جدت کا پہلا تحفہ اہلِ یورپ نے بارود (Gun Powder) کی شکل میں دنیا کو دیا۔ انہوں نے اس سے استفادہ کرتے ہوئے توپیں اور بندوقیں چلائیں، جو مسلمانوں کے تیر و تلوار سے نہایت تیز اور کارآمد تھیں۔

اہلِ یورپ نے جدید آلاتِ حرب و ضرب کے بل بوتے پر ہندوستان، ملائشیا، انڈونیشیا، برما اور دیگر مسلم ممالک پر قبضہ جما لیا۔ بحری قوت کو مضبوط کر کے بحری بیڑے چلائے اور دنیا کے طول و عرض میں اپنی تجارت کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ وہ ایشیائی ممالک پر قابض بھی ہو بیٹھے۔ یورپی اقوام کے غلبے اور استعماری قوت بننے کے حوالے سے ایران کے سابق وزیرِ خارجہ ڈاکٹر علی اکبر ولایتی لکھتے ہیں:

"برصغیر پاک و ہند پر 1757ء کی جنگ (جنگِ پلاسی) کے بعد برطانوی تسلّط قائم ہوا اور یورپی اقوام نے بارودی اسلحہ اور بحری طاقت کے ذریعے تجارتی رابطے بڑھا کر ان علاقوں تک اپنی تجارت کو فروغ دیا۔(50)

مستشرقین اس بات کو بلا چون وچرا تسلیم کرتے ہیں کہ ہندوستان میں مسلم حکومت کا انحطاط اور انگریز حکومت کا قیام انگلستان میں جدید صنعت و حرفت، تمول اور خوشحالی کا بڑا ذریعہ بنا تھا۔ چنانچہ ابوالحسن ندویؒ برک ایڈمز کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

"جنگِ پلاسی (1757ء) کے بعد بنگال کا لوٹا ہوا مال برطانیہ میں آیا تو اس کے نتیجے میں صنعتی انقلاب اتنے وسیع پیمانے پر ہوا کہ اُس کے اثرات کا مشاہدہ دُنیا کے کونے کونے میں محسوس کیا جا سکتا ہے، اس کے خیال میں اگر جنگِ پلاسی نہ ہوتی اور نہ ہی ہندوستان کی دولت انگلستان جاتی تو شاید اتنی ترقی نہ ہوتی۔(51)"سراج الدولہ کی ستر ہزار فوج انگریزوں کی محض تین ہزار فوج کے مدِ مقابل ہزیمت سے دوچار ہوئی۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ انگریز جدید ہتھیاروں اور عسکری تنظیم سے وابستہ تھے۔(52)

برصغیر پاک و ہند میں اٹھارہویں صدی کے اوائل تک مغلیہ سلطنت بڑی شان و شوکت سے موجزن رہی لیکن مغل حکمران اورنگزیب عالمگیر کے انتقال (1707ء) کے بعد مغل شہزادے اپنی نااہلی، باہمی چپقلش اور جدید علوم و فنون سے عدم واقفیت کی بنا پر تین صدیوں پر محیط مغل حکومت کا چراغ گُل کر بیٹھے۔ صوبائی گورنر خود مختار حکمران بن گئے، جن کو انگریزوں نے لحہ بہ لحہ زیر کر لیا۔ قابض ہونے کے بعد انگریز سونے کی چڑیا ہندوستان کے قیمتی جواہرات، سونا اور مال و دولت لوٹ کر انگلستان لے گئے۔ اس بے پناہ دولت نے وہاں جدید صنعتکاری کے عمل کو تیز تر کر دیا بلکہ یہ دولت جدید صنعتی انقلاب لانے کا وسیلہ بھی ثابت ہوئی۔

جب یورپ اپنے صنعتی انقلاب اور جدید عسکری صلاحیت کے فوائد سے مستفید ہو رہا تھا تو اس وقت شومئ قسمت سے مسلمانوں نے نہ تو اس تبدیلی کا کامل ادراک حاصل کیا اور نہ ہی جدید فنون پر توجہ مرکوز کی بلکہ باہمی یگانگت پیدا کرنے سے بھی قاصر رہے۔ عثمانی تُرکوں کی سلطنت جو دنیا کی ایک بڑی مملکت تھی، وہ سولہویں اور سترہویں صدی عیسوی میں جمود، انحطاط، تنزلی اور پسماندگی سے دوچار ہو رہی تھی، جو بالآخر بیسویں صدی کے اوائل میں دم توڑ گئی۔ ابوالحسن ندویؒ اس پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس زمانے میں یورپ نے سائنسی میدان، ٹیکنالوجی میں جدّت، علم و فن اور صنعت و حرفت میں نمایاں پیش رفت کی۔ اس کے برعکس مسلمان ممالک میں علم و ہنر، جدید صنعت و حرفت اور ٹیکنالوجی میں پسماندگی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے قُسطُنطنیہ پر اُڑتے ہوئے یورپی غبارے کو جادو کا تماشا یا فن کیمیا گری کا کرشمہ خیال کیا۔(53)

ترکوں کے زوال سے مسلمان قوم اپنی بین الاقوامی قوت، اقتدار اور قیادت سے یکسر محروم ہو گئی۔ یورپی اقوام جدید اسلحہ اور صنعتکاری کے بل بوتے پر دُنیا کی قائد بن گئیں۔ وہ مشرق سے لیکر مغرب تک ہر ملک اور ہر قوم میں اپنے اقتصادی، ثقافتی اور سیاسی اثرات رکھنے والے بن گئے۔ دُنیا کی دیگر اقوام بالخصوص مسلمان قوم ذہنی، علمی اور ثقافتی لحاظ سے اُن کے سامنے مغلوب و مرعوب ہو کر رہ گئی۔ یورپ اور مغرب کا یہ سیاسی، معاشی اور عسکری غلبہ تھما نہیں بلکہ فی زمانہ اپنے عروج پر ہے۔ مسلمان اپنے ہی وطن میں ان کی مشاورت کے پابند ہیں اور کوئی بھی آزادانہ پالیسی اپنانے سے قاصر ہیں۔ ڈاکٹر فاروق خان اس صورتحال پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مسلمانوں کا یہ زوال اُس وقت تک جاری رہے گا جب تک کم از کم نو مسلمان ممالک یعنی پاکستان، سعودی عرب، ایران، ترکی، مصر، انڈونیشیا، ملائشیا اور نائیجیریا سائنسی اور دفاعی طاقت کے اعتبار سے مغرب کے ہم پلہ نہیں بن جاتے۔(54)

اہلِ یورپ کی جدید فنی مہارتیں اور ٹیکنالوجی نے گوشت پوست کے انسان کو سہولیات سے مزین کر کے اس کی زندگی کو تو سہل ترین بنا دیا ہے، لیکن جدید دفاعی صنعتکاری کے کچھ منفی اور مہلک اثرات نے نوعِ انسانی کو تباہی کے دھانے پر لا کھڑا کیا ہے۔ یورینیم کے انشقاق سے امریکی صدر روزویلٹ نے ایٹم بم بنوایا، جسے 1945ء میں دوسری ورلڈ وار کے دوران جاپان کے دو شہروں ہیروشیما اور ناگاساکی پر پھینک کر تباہی و بربادی کے ساتھ لاکھوں انسانوں کو لقمہ اجل بنایا گیا۔ بعد ازاں ہائیڈروجن بم اور زہریلی گیس تیار کی گئیں۔ عراق اور افغانستان میں ہزاروں بے گناہ افراد امریکہ کی زہریلی گیسوں اور ڈرون حملوں سے موت میں منہ میں چلے گئے۔

اگرچہ جدید صنعتکاری کی بدولت دنیا ایک عالمگیر گاؤں کا رُوپ دھار چکی ہے، لیکن ان تحقیقات اور انکشافات نے استحصالی نظام کو جنم دیا ہے۔ مسلم اور ترقی پذیر ممالک کو جدید دفاعی ٹیکنالوجی سے محروم رکھنے کی پالیسی بنائی گئی ہے تاکہ وہ سر نہ اُٹھا سکیں اور ان کے دستِ نگر رہیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر عبدالقدیر خانؒ لکھتے ہیں:

> دوسری عالمی جنگ کے بعد دنیا کا نقشہ بدلا اور بہت سے مسلم ممالک آزادی کے نام پر ظہور میں آئے۔ لیکن روس، امریکہ اور یورپ کی عالمی فوقیت برقرار رہی۔ ان ممالک نے دنیا کے پسماندہ ممالک خصوصاً مسلمانوں کو جدید ٹیکنالوجی سے محروم رکھا۔ دفاعی صنعت خاص کر نیوکلئر اور میزائل پروگرامز مسلمانوں کی دسترس سے ماورا ہیں۔ یک طرفہ تماشا یہ ہے کہ اسلامی دنیا کو جدید دفاعی صنعت مثلاً نیوکلئر ٹیکنالوجی اور میزائل پروگرام سے محروم رکھنے کے لئے انہوں نے ایم ٹی سی آر جیسے معاہدے کر رکھے ہیں۔(55)

مندرجہ بالا تمام زمینی حقائق کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مسلم امہ کا جدید صنعتکاری، ٹیکنالوجی اور جدید دفاعی پیداوار میں پسماندہ ہونا دورِ حاضر میں ان کے مغلوب ہونے کی بڑی وجہ ہے۔ عصرِ حاضر کا المیہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا جسقدر علمی لحاظ سے عروج ابتدائی صدیوں میں تھا۔ اسی قدر وہ دورِ حاضر میں انحطاط کا شکار ہیں۔ محض تعلیمی شعبے میں مسلم اُمہ کئی میدانوں میں مغرب کی محتاج بن چکی ہے۔ معیشت، معاشرت، سیاست اور ثقافت وغیرہ میں عالمِ اسلام اغیار کا دستِ نگر ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان اپنے درخشندہ ماضی اور عبرت ناک حال کو مدِ نظر رکھ روشن مستقبل کی منصوبہ بندی کریں۔ مسلم دنیا کو چاہیئے کہ مغربی استعمار کا مقابلہ جذباتی نعروں کی بجائے جدید علوم وفنون اور ٹیکنالوجی پر دسترس حاصل کر کے کریں۔ یہی واحد راستہ ہے، جس کے ذریعے مسلمان کلی یا جزوی طور پر مغربی دنیا کے چنگل سے نجات حاصل کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔

3۔ عہدِ حاضر میں مسلم دنیا اور جدید دفاعی صنعت کے تقاضے

(Requirements of Latest Defense Industry and Muslim World)

فی زمانہ مغربی طاقتوں نے اپنی جدید دفاعی صنعت اور ایٹمی پروگرامز کو قانونی حیثیت دے رکھی ہے، جبکہ مسلمانوں کے لئے جوہری اور دوسرے جدید ہتھیاروں کی موجودگی کو دنیا کے خطرہ قرار دینے کا واویلہ کرتے رہتے ہیں۔ انہوں نے تیسری دنیا کے ترقی پذیر اور خصوصاً مسلم ممالک کو نیو ورلڈ آرڈر کے تحت اپنے شکنجے میں جکڑ رکھا ہے۔ جس کے نتیجے میں اسلامی دنیا اہلِ مغرب کی پالیسیوں کو اپنے ہاں نافذ کرنے پر مجبور ہے اور اس طرح ان کے بیشتر قدرتی وسائل مغربی اداروں کی نذر ہو جاتے ہیں۔ ان حالات میں عالمِ اسلام کے لئے یہ امر ایک فریضہ سے کم نہیں کہ وہ عسکری اور فنونِ حرب کے لحاظ سے اپنے آپ کو خود کفیل بنا کر قوت حاصل کرے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر دفاع مضبوط ہے تو تب ہی مسلم ممالک اپنے قدرتی وسائل کو اپنی منشاء و مرضی سے اپنی عوام کے لئے کما حقہ استعمال کر سکتے ہیں اور آزادانہ خارجہ پالیسی اختیار کرنے کے متحمل ہو سکتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات بھی اس چیز کا عندیہ دیتی ہیں کہ دفاع کی خاطر ٹیکنالوجی کے حصول کی سر توڑ کوشش کی جائے۔ اس سلسلے میں غور و فکر اور تدبر گویا ایک عبادت کے قائم مقام ہے۔ ابو علی عبدالوکیل اپنی کتاب ''اسلام، سائنس اور مسلمان'' میں علامہ غلام رسول سعیدیؒ کے حوالے سے جدید ٹیکنالوجی کے حصول کے بارے میں لکھتے ہیں:

''ملک و قوم کے دفاع کی خاطر عصر حاضر کے تقاضوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے تفکر و تدبر سے میزائل ٹیکنالوجی اور جوہری آلات کی تیاری کرنا تاکہ اسلامی ریاست اسلام کے دشمنوں کی جارحیت سے محفوظ رہ سکے اور اقوامِ عالم میں آزادی اور عزت کے ساتھ کھڑا ہو سکے، ایسے اُمور کے لئے غور و فکر کرنا ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔(56)

ان کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جو ماہرین اور سائنسدان اسلام کی عظمت اور دفاع کے لئے جدید ٹیکنالوجی میں مہارت حاصل کر کے مختلف آلاتِ حرب بناتے ہیں، وہ اس فضیلت کے حقدار ہیں۔ کیونکہ ریاست اگر دشمنوں کے حملوں سے محفوظ ہے تو تب ہی عوام الناس اطمینانِ قلب سے عبادت و ریاضت کر سکتے ہیں۔ دفاعی صنعت میں دو باتیں نہایت ہی قابل ذکر ہیں اولاً جو آلاتِ حرب استعمال میں لائے جائیں وہ مؤثر ہوں اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ دشمن کے مہلک ہتھیاروں کا مقابلہ کرنے کی سکت رکھتے ہوں۔

ترقی یافتہ اقوام کی ٹیکنالوجی سے استفادہ

اکیسویں صدی کے چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے لئے مسلمانوں کو ترقی یافتہ اقوام سے فنی معاونت اور مہارت بھی حاصل کرنی چاہیئے۔ جو قومیں علوم و فنون اور معاشرتی و سیاسی تنظیم میں مسلمانوں سے سبقت لے گئی ہیں، ان سے جدید صنعتکاری کا حصول اور تربیت اسلامی روح اور مزاج کے قطعاً منافی نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زندگی کی صداقتیں اور اس کی خوبیاں کسی ایک قوم کی اجارہ داری نہیں ہوتیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

((الكَلِمَةُ الحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ، فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا))-(57)

ترجمہ: حکمت مؤمن کی گمشدہ متاع ہے، وہ جہاں بھی اسے پاتا ہے، اختیار کر لیتا ہے۔

دفاع اور ملکی ضروریات کے پیشِ نظر کفار کی صنعتکاری کو سیکھنا اور اس سے استفادہ کرنا اسلامی تعلیمات کے منافی نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ملکی دفاع کی خاطر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کفار کی جدید حربی ٹیکنالوجی سے معاونت حاصل کرنے کا مشورہ دیا۔ غزوہ خندق کے موقع پر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی تجویز پر خندق کھودی اور محاصرہ طائف کے موقع پر جدید اور کارگر حربی آلات کی صلاحیت حاصل کی گئی۔

یہ ایک المیہ ہے کہ سائنسی تحقیق سے طویل عرصہ کی لاپروائی نے اسلامی دنیا کو اہلِ مغرب اور دیگر ترقی یافتہ غیر مسلم ممالک جیسا کہ روس اور چین کا محتاج بنا دیا ہے۔ عددی قوت اور قدرتی وسائل کی دولت سے مالا مال ہونے کے باوجود انہیں ہر محاذ پر ہزیمت اور شکست کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ عالمی طاقتیں آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے قرض کی آڑ میں اسلامی دنیا کے داخلی اور خارجی معاملات میں اپنا اثر و رسوخ استعمال کرتی ہیں۔ مسلمہ بین الاقوامی قوانین، ملکی خود مختاری اور سالمیت کے بالکل منافی ان کی یہ استحصالی پالیسیاں تیسری دنیا کے غریب ممالک کو مجبوراً قبول کرنا پڑتی ہیں۔ ان حالات میں وقت کا تقاضا ہے کہ دفاعی لحاظ سے خود انحصاری اور معیشت میں خود کفالت کے لئے مسلم دنیا جدید صنعتکاری پر تہہ دل سے راست اقدام اٹھائے۔ عالمِ اسلام کے لئے دفاعی خود انحصاری کے بارے میں ملائشیا کے سابق وزیرِ اعظم مہاتیر محمد نے اپنے ایک بیان میں یوں کہا:

"He urged Muslims to build their own weaponry and to manufacture fighter air craft, rockets, tanks and cannons instead of purchasing those designed and manufactured by others. (58)

ترجمہ: انہوں نے مسلمانوں پر زور دیا کہ وہ دوسرے کے نمونہ بندی کئے اور بنائے ہوئے ہتھیاروں کو خریدنے کی بجائے اپنے ہتھیار خود بنائیں۔ لڑاکا طیارے، راکٹ، ٹینک اور توپ تیار کریں۔

انہوں نے یہ اعتراف کیا کہ ان کے دورِ حکومت امریکی اسلحہ ساز کمپنیوں کی نمائندگی کرتے ہوئے کس طرح امریکی اہلکار اسلحہ فروخت کرنے کی خاطر بلیک میل کرتے، چنانچہ ان کی تقریر کا اقتباس ہے:

"Speaking on an antiwar forum of he is patron, he recalled how officials from Europe and USA representing arms manufacturers would visit now and then, marketing their latest destructive toys. Their marketing strategy was often thinly-veiled blackmail. If you are not interested in the-purchase of latest weapons, perhaps your neighbours might be. (59)

ترجمہ: ایک اینٹی وار فورم، جس کے وہ خود سرپرست ہیں، سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ان کے دورِ حکومت میں کس طرح امریکی اور یورپی اہلکار اسلحہ ساز کمپنیوں کی نمائندگی کرتے ہوئے بار رہا دورہ کرتے تاکہ اپنے تباہ کن کھلونوں (ہتھیاروں) کی فروخت کر سکیں۔ منڈی کے حوالے سے ان کی تدبیر بلیک میلنگ پر مبنی ہوتی۔ وہ اس طرح کہتے کہ اگر آپ کو دلچسپی نہیں ہے تو آپ کا ہمسایہ ملک اس میں دلچسپی (اسلحہ خریدنے میں) رکھتا ہے۔

مندرجہ بالا حقائق اس بات کے مقتضی ہیں کہ عالمِ اسلام کو اپنی کمزرویوں اور کوتاہیوں پر نظر ثانی کر کے مستقبل کے لئے بامعنی اور بامقصد منصوبہ بندی کرنی چاہیئے۔ انہیں جدید ٹیکنالوجی کے حصول کے لئے اپنے تمامتر وسائل اور توانائیوں کو صرف کرنے میں ہرگز پس وپیش سے کام نہیں لینا چاہیئے۔

4۔ مسلم دنیا اور جدید دفاعی صنعت میں پیش رفت

(Muslim World and Development in Latest Defense Technology)

اگرچہ مسلمان اجتماعی طور پر جدید ٹیکنالوجی اور دفاعی صنعت میں پسماندہ ہیں لیکن کچھ مسلم ممالک نے اس میں خاطر خواہ پیش رفت بھی کی ہے۔ اسلامی دنیا کے چھ ممالک ترکی، ایران، لیبیا، الجیریا، مصر اور پاکستان اہلِ مغرب کی نظر میں نیوکلئر تحقیق کے پروگرام کے حامل ہیں۔ ایک اسلامی ملک ہونے کے بموجب عراق کی ایٹمی تنصیبات کو اسرائیل نے ایک ہوائی حملے میں تباہ کر دیا تھا۔ بیسویں صدی میں مسلم امہ نے دفاعی پیداوار سمیت صنعتی میدان میں جو ترقی کی ہے، ان کے بارے میں ڈاکٹر ثاقب ریاض لکھتے ہیں:

> صنعتی پیداوار اور صنعت و حرفت میں پیش رفت کی وجہ سے کچھ مسلمان ممالک مثلاً ترکی اور ملائیشیا کو اہلِ مغرب نے ترقی یافتہ ملک تسلیم کر لیا ہے۔ پاکستان کی طرف سے ایٹمی

ٹیکنالوجی کا حصول اور جوہری توانائی کو پر امن مقاصد کے لئے استعمال کرنے کا اعادہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح ایران کی جانب سے نیوکلیر ٹیکنالوجی کے فروغ کی خاطر اقدامات کئے گئے ہیں۔ عالمِ اسلام کے کچھ ممالک نے سائنسی تحقیقات اور شعبہ تعلیم میں ترقی کی ہے، ان ممالک میں انڈونیشیا، ملائشیا، پاکستان، ترکی اور مصر کے نام نمایاں ہیں۔(60)

خوش قسمتی سے وطنِ عزیز پاکستان دفاعی صنعت کے لحاظ سے کافی حد تک بہتر ہے اور اپنا دفاع کرنے کے قابل ہے۔ لیکن اس پر مستقل دباؤ ڈالا جاتا ہے کہ وہ اپنی ایٹمی دفاعی صلاحیت سے دستبردار ہو جائے اور ایٹمی عدم پھیلاؤ کے معاہدہ (این پی ٹی) پر یک طرفہ دستخط کر دے لیکن پاکستان نے بھارت کے جارحانہ عزائم کی وجہ سے ہمیشہ سے اس پر دستخط کرنے سے معذرت کی ہے۔

پاکستان میں جدید دفاعی پیداواری صنعت

پاکستان دفاعی سازوسامان کی پیداوار میں کافی حد تک ترقی کر چکا ہے۔ واہ اور ٹیکسلا میں قائم فیکٹریاں دفاعی مصنوعات میں ملک کو خود کفالت کی جانب لے جا رہی ہیں۔ الضرار اور الخالد ٹینک پاکستان میں جدید اسلحے کی عکاسی کرتے ہیں۔ پاکستانی فضائیہ کے پاس چین کی مدد سے تیار کئے جانے والے جے ایف تھنڈر اور سُپر مشتاق ہیں۔ پاکستان میں چھوٹے اور درمیانے درجے کے آلاتِ جنگ جیسا کہ مارٹر گولے، آرٹلری، ائر کرافٹ ایمونیشن، اینٹی ائر کرافٹ، ٹینک، اینٹی ٹیک ایمونیشن اور دیگر ہتھیار تیار کئے جاتے ہیں۔ پاکستان کی دفاعی صنعت پر تبصرہ کرتے ہوئے طارق ملک لکھتے ہیں:

> پاکستان کی دفاعی پیداوار میں بحری جہار ٹینک اور لڑاکا طیارے تیار کئے جا رہے ہیں۔ ایک سو کلومیٹر فاصلے پر محیط حویلیاں (خیبر پختونخواہ) لے کر سنجوال تک عسکری آلات کی پیداوار کے لیے واہ آرڈیننس فیکٹری قائم کی گئی ہے۔ اس کی دفاعی پیداوار میں بندوق اور توپ کے گولے اور جدید قسم کا اسلحہ شامل ہے۔ اس مقصد کے لئے دوسرا اہم کارخانہ ہیوی انڈسٹری ٹیکسلا ہے۔ اس کی صنعتی پیداواری میں ''الضرار ٹینک'' اور ''الخالد ٹینک'' شامل ہیں۔ الخالد ٹینک جدید آلاتِ حرب سے لیس ہے۔ علاوہ ازیں پاکستان ''الحیدر ٹینک'' کی تیاری کے مرحلے تک پہنچ چکا ہے۔ واہ آرڈیننس فیکٹریز کا تیار شدہ دفاعی سامان نہ صرف ملکی ضروریات کو پورا کرتا ہے بلکہ اس کی برآمدات سے کافی مقدار میں زرمبادلہ بھی کمایا جا رہا ہے۔ پاکستانی فضائیہ کے زیرِ استعمال ''جے ایف تھنڈر'' اور ''سپر مشتاق' چین کی معاونت سے تیار کئے

گئے ہیں۔ پاکستان نے ترکی اور چین کی مدد سے "فاسٹ اٹیک میزائل کرافٹ" اور جدید جنگی بحری جہاز بھی تیار کر لئے ہیں۔ فرانس کی فراہم کردہ ٹیکنالوجی کے ذریعے پاکستان نے آبدوزیں بنانے کی صلاحیت بھی حاصل کر لی ہے۔(61)

دفاعی پیداوار کے سابق چیئرمین جنرل ریٹائرڈ عبدالقیوم کہتے ہیں:

"جب برصغیر پاک وہند کی تقسیم ہوئی تو اس وقت پورے برصغیر میں اسلحہ سازی کے صرف سولہ کارخانے تھے، ان میں سے ایک بھی وطن عزیز کو نہ مل سکا کیونکہ وہ سارے کے سارے بھارت کی حدود میں واقع تھے۔ لیکن اب پاکستان اس حد تک صنعتی پیداوار میں صلاحیت حاصل کر چکا ہے کہ امسال اس نے دس کروڑ ڈالر کے اسلحہ جات کو برآمد کیا ہے۔(62)

اگرچہ پاکستان ایک ترقی پذیر اور سائنس و ٹیکنالوجی میں پسماندہ ملک ہے لیکن اس کے باوجود وہ اسلامی دنیا میں ایک جوہری طاقت ہے۔ ایٹمی شعبے میں پاکستان اٹامک انرجی کمیشن، پاکستان اکیڈمی آف سائنسز اور پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف نیوکلئر سائنس اینڈ ٹیکنالوجی مصروفِ عمل ہیں۔ اس کے ہمسایہ ملک بھارت کے مذموم عزائم، اسلحہ کی بھاری پیمانے پر خریداری اور اسلحہ سازی کی بہتات نے پاکستان کو اپنی دفاعی صلاحیتوں کو بڑھانے پر مجبور کر دیا ہے۔

امریکہ کی شکاگو یونیورسٹی کے ایک سائنس دان نے انڈیا اور پاکستان کی دفاعی صلاحیت کے بارے میں اپنے تجزیئے میں لکھا ہے:

"پاکستان نے ایٹمی ہتھیاروں کی بدولت انڈیا کا "کولڈ اسٹارٹ ڈوکرائن منصوبہ" ناکام بنادیا، جس کا مقصد پاکستان کے آٹھ کمزور حصّوں میں داخل ہو کر اسے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کرنا تھا۔ پاکستان نے ستائیس سو پچاس کلو میٹر ہدف کی طاقت رکھنے والے "شاہین سوم بیلسٹک میزائل" کا کامیاب تجربہ کیا ہے۔(63)

اگرچہ مختلف قسم کے جنگی آلات کی مقامی سطح پر تیاری ایک خوش آئند بات ہے لیکن وطن عزیز پاکستان کو جدید ترین ٹیکنالوجی کی ہنوز ضرورت ہے۔۔ سپری رپورٹ کے مطابق پاکستان اپنے دوست ملک چین کی اسلحہ سازی کی مدد سے آبدوزیں بھی تیار کر رہا ہے۔ چنانچہ عمر فاروق لکھتے ہیں:

"پاکستان نے چین کی اسلحہ سازی کی صنعت سے یو آن آبدوزیں ٹائپ (041) اور جنگی بحری جہار ٹائپ C1-054) حاصل کی ہیں۔ ان دونوں جنگی نظاموں کو پاکستان میں مقامی سطح پر تیار کیا جارہا ہے۔(64)

پاکستانی ایروناٹیکل کمپلیکس، نیشنل ریڈیو اینڈ ٹیلی کمیونیکشنز کارپوریشن اور کراچی شپ یارڈ اینڈ انجینئرنگ ورکس دفاعی سازوسان کی پیداواری صلاحیت میں اضافہ کر رہے ہیں۔ اگرچہ پاکستان نے امسال دس کروڑ ڈالر مالیت

کا دفاعی مصنوعات کا سامان بر آمد کیا ہے، اس کے باوجود دنیا کے بدلتے ہوئے حالات کے تحت پاکستان کو اپنی افواج کو جدید ترین اسلحہ سے لیس کرنے کے لیے چین، روس اور اٹلی سے دفاعی سامان درآمد کرنا پڑتا ہے۔

درج بالا تجزیہ اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ ملک پاکستان بھارت کے مقابلے میں کافی حد تک دفاعی ضروریات کا سامان پیدا کر رہا ہے۔ اگرچہ پاکستان ایٹمی طاقت بن چکا ہے لیکن اپنی سلامتی کے لئے جدید ٹیکنالوجی کو درآمد کرنے پر مجبور ہے اور باامر مجبوری اپنے دفاع پر خطیر رقم صرف کر کے اسے اپنی کمزور معیشت پر مزید بوجھ ڈالنا پڑتا ہے۔

مشرقِ وسطیٰ کی دفاعی صلاحیت

عرب دنیا اگرچہ تیل کی دولت سے مالا مال ہے لیکن اسے اپنے دفاع کے لئے مغربی ممالک پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات اور دوسری عرب ریاستیں اپنے دفاع کے لئے امریکہ اور یورپ کی مرہونِ منّت ہیں۔ ان ممالک کو اپنے بجٹ کی خطیر رقم اسلحے کی خریداری پر خرچ کرنا پڑتی ہے۔ سعودی عرب میں امریکہ کی معاونت اور دفاعی سازوسامان کے حوالے سے اردو پوائنٹ نے اداریئے میں لکھا ہے:

''سعودی عرب کا دفاعی بجٹ دنیا کا تیسرا بڑا دفاعی بجٹ ہوتا تھا لیکن اب یہ نویں نمبر پر آ گیا ہے۔ امریکہ سے کئے گئے معاہدے میں سعودی عرب کو سات ارب ڈالر کا دفاعی سازوسامان اور گائیڈڈ فضائی ہتھیار مہیّا کیے گئے ہیں، جو یمن کے شیعہ حوثی باغیوں کے ڈرون اور بلسٹک میزائل کے حملے سے بچاؤ کی صلاحیت کے حامل ہیں۔(65)

کویت، بحرین اور قطر اپنے دفاعی بجٹ پر خطیر رقم خرچ کرتے ہیں۔ سویڈن کے ایک معتبر ادارے نے ان ممالک کے دفاعی بجٹ اور اسلحہ سازی کے بارے میں اپنی رپورٹ میں لکھا ہے:

> تقریباً 40 لاکھ افراد کی آبادی والا ملک عمان دفاعی اخراجات کے حوالے سے دوسرا بڑا ملک بن گیا ہے۔ اسلحے کے حوالے سے کویت تیسرے نمبر پر ہے۔ SIPRI رپورٹ کے مطابق کویت نے 2011ء میں دفاع پر پانچ ہزار چھ سو چالیس ملین امریکی ڈالر صرف کئے ہیں علاوہ ازیں بحرین اور قطر نے میں اپنے دفاعی بجٹ میں اضافہ کیا ہے۔ دفاعی بجٹ پر اتنی کثیر رقم خرچ کرنے کی بڑی وجہ عرب ریاستوں کا سائنس و ٹیکنالوجی اور صنعتی پیداوار میں پسماندہ ہونا ہے۔ عرب ریاستوں کے ہر سو میں سے ستر معاہدے امریکی اسلحہ ساز فیکٹریوں سے ہی ہوتے ہیں۔(66)

چونکہ یہ عرب ممالک ٹیکنالوجی کے میدان زیادہ ترقی یافتہ نہیں ہیں، اسی لئے انہیں اپنے دفاع کے لئے اہلِ مغرب کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ رپورٹ کے مطابق امریکی اسلحے کے سب سے بڑے خریدار عرب ممالک ہیں۔ رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ سعودی عرب، کویت اور بحرین اپنی سلامتی اور خود مختاری کے لئے خوفزدہ ہیں۔ ملکی دفاع اور سلامتی کے لئے اسلحہ خرید نافی نفسہٖ بری بات نہیں ہے بلکہ ایک متحسن عمل ہے۔ لیکن اس ساتھ ساتھ یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ عرب دنیا کو اپنے معدنی وسائل کو اپنی صنعتکاری کو پروان چڑھانے کے لئے صرف کرنا چاہیئے۔ انہیں اپنے ہی ملک میں جدید ٹیکنالوجی سے لیس اسلحہ ساز فیکٹریاں قائم کرنی چاہئیں تاکہ مغرب کی اجاری داری سے نجات حاصل کر سکیں۔ یہ ایک افسوس ناک حقیقت ہے کہ عرب ممالک کی اسلحے کی دوڑ اور مغربی ممالک پر انحصار نے ان کی معاشی، تعلیمی اور سماجی حالت کو خستہ حال بنا دیا ہے۔ وقت کا تقاضا ہے کہ عرب ممالک اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کر کے مغربی استعمار سے نجات حاصل کریں۔

اسرائیل کی بڑھتی ہوئی دفاعی صلاحیت عرب اور اسلامی دنیا کے لئے لمحہ فکریہ

1948ء میں اپنے قیام سے لیکر اب تک اسرائیل عالمِ عرب کے لئے دردِ سر بنا ہوا ہے۔ اگرچہ اُسے امریکہ اور یورپی ممالک کی پشت پناہی حاصل ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ایک اٹل حقیقت ہے کہ وہ دفاعی اور عسکری لحاظ سے خود کفیل ہے اور اسلحہ برآمد کرتا ہے۔ وہ جدید دفاعی نظام سے آراستہ جوہری بم کا حامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عرب دنیا اور مسلم ممالک اس کے چنگل سے نہتے فلسطینیوں کو آزادی نہیں دلوا سکے۔ اس کی دفاعی صلاحیت پر تبصرہ کرتے ہوئے سید عاصم محمود لکھتے ہیں:

> اسرائیل دنیا کے ان پانچ بڑے ممالک میں سے ہے، جو اسلحہ کے تاجر ہیں۔ فی زمانہ اسرائیل بائیس ارب ڈالر کی مالیت کا عسکری سامان برآمد کرتا ہے۔ دنیا کے ساٹھ فیصد ڈرون اسرائیل برآمد کرتا ہے۔ اسرائیل پانچ قسم کے دفاعی میزائل شکن نظام کا حامل ہے۔ ہمسایہ ممالک مصر، عراق اور ایران میں نصب میزائل کے خلاف اس کا میزائل سسٹم نہایت مؤثر ہے۔ اس نے بھارت کے ساتھ ملکر "میزائل باک 8" بنایا ہے، جو نوے کلومیٹر کا ہدف رکھتا ہے۔ یہ میزائل جملہ قسم کے ہوئی جہازوں، راکٹ، میزائل اور ڈرونز کو ہدف بنانے کی صلاحیت کا حامل ہے۔(67)

اسرائیل کی یہ دفاعی صلاحیت اُمتِ مسلمہ کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ خصوصی طور پر عرب دنیا کو اس سے عبرت حاصل کر کے دفاعی صلاحیت کی خود انحصاری کے حصول کے لئے اپنے تمامتر وسائل کو بروئے کار لانا چاہیئے۔

ترک دفاعی صنعت کی شاندار ترقی

اسلامی ملک ترکی نے بھی دفاعی صنعت میں خاطر خواہ پیش رفت کی ہے، جس سے اس کی دفاعی صلاحیت میں اضافہ ہوا ہے۔ ترکی کی دفاعی صلاحیت کے حوالے سے اس طرح تجزیہ کیا گیا ہے:

> ترکی کی دفاعی صنعت نے گزشتہ سال شاندار کامیابی حاصل کی ہے۔ اس سلسلے میں اس نے چار اعشاریہ تین ارب ڈالر کی برآمدات کا ہدف بھی حاصل کر لیا ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ ترک فرمیں عالمی سطح پر اعلیٰ معیار کو چُھو چکی ہیں۔ اس سے بڑھ کر قابلِ ستائش بات یہ ہے کہ ترکی اپنی اسی (80) فیصد دفاعی ضروریات کو مقامی پیداوار سے پورا کر رہا ہے۔ تیس سے زائد ممالک نے ترکی ساختہ مسلح ڈرونز خریدے ہیں۔ ترکی کی دفاعی صنعت کے اداروں کا مقصد 2053ء تک اپنے ملک کو دفاعی لحاظ سے نہ صرف سو فیصد خود کفیل بنانا ہے بلکہ اس کی دفاعی برآمدات کو پچاس ملین ڈالر تک لے کر جانا ہے۔(68)

ترکی کی دفاعی صنعت میں ترقی حوصلہ افزاء ہے لیکن ضرورت اس امر کی ہے ترکی سمیت تمام اسلامی ممالک میں جدید ترین دفاعی صلاحیت ہو تا کہ وہ مغربی اقوام اور اسلام دشمن عناصر کا کماحقہ مقابلہ کر سکیں۔ اس ترقی اور پیش رفت کے باوجود اس حقیقت کو جھٹلایا نہیں جا سکتا کہ مسلمان قوم تقریباً پچھلی چار صدیوں سے تاریخ کے بدترین دور سے ہمکنار ہو رہی ہے۔ اگرچہ مسلمان آزادی تو حاصل کر چکے ہیں لیکن امریکہ اور یورپ اقتصادی، سیاسی اور عسکری لحاظ سے اسلامی دنیا کے اندرونی اور خارجی معاملات میں بہت زیادہ اثر ورسوخ کے حامل ہیں۔ مغربی استحصالی قوتیں ترقی پذیر ممالک خصوصاً مسلمانوں کو اپنی مصنوعات بیچنا تو چاہتے ہیں لیکن اپنی جدید ٹیکنالوجی دینے کے لئے رضامند نہیں۔ اس کے پس پردہ ان کے یہ عزائم ہیں کہ پوری دنیا کی قیادت کو اپنے قابو میں رکھا جائے۔ ان حالات میں مسلم دنیا کو دوسرے اقدامات کے ساتھ ساتھ جدید صنعتکاری کو اپنی ترجیحات میں رکھنا چاہیئے تا کہ معاشی لحاظ سے ترقی یافتہ اقوام کی اجارہ داری اور استحصال سے چھٹکارا حاصل ہو سکے۔

نتائج بحث (Conclusion)

1۔ اسلام میں ملکی و ریاستی دفاع کو اولین مقام دیا گیا ہے، اسی لئے عہدِ نبوی ﷺ، عہدِ خلافتِ راشدہ اور مابعد اولین صدیوں میں مسلمانوں نے دفاعی صنعت کی خود کفالت پر بہت زور دیا۔

2۔ قرن اول کی مسلم فتوحات میں جدید عسکری آلات اور دفاعی صنعت نے بھرپور کردار ادا کیا۔

3۔ اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں عالمِ مغرب نے صنعت و حرفت کی جدت کے ساتھ مہلک اور جدید عسکری آلات بھی تیار کئے۔ جن کی بدولت انہوں نے برصغیر کو فتح کیا اور عثمانی ترکوں کو شکست دیکر اکثر مسلم ممالک کو زیرِ نگیں کر لیا۔

4۔ عصر حاضر کی ٹیکنالوجی اور صنعت و حرفت میں جدید دفاعی صنعتکاری نے عالمِ اسلام سمیت پوری دنیا میں اپنے گہرے اثرات مرتب کئے ہیں۔

5۔ عالمی طاقتوں نے مسلم اُمہ کو جدید عسکری آلات اور ایٹمی ہتھیاروں سے دور رکھا ہوا ہے تاکہ وہ اپنے دفاع کے لئے ان کے محتاج رہیں۔

6۔ چند مسلم ممالک مثلاً پاکستان، ترکی اور ایران دفاعی پیداوار کے لحاظ سے قدرے بہتر ہیں لیکن خود کفیل نہیں۔

سفارشات (Recommendations)

1۔ دفاع اور دوسرے شعبہ جات میں جدید صنعتکاری وقت کا ناگزیر تقاضا ہے، لہٰذا عالمِ اسلام کو اپنے ہاں دفاعی سائنس اور ٹیکنالوجی کو جدید خطوط پر اُستوار کرنا چاہیئے۔

2۔ مسلم ممالک کو اپنے ہاں دفاعی تحقیق و ترقی کے اداروں کو باہمی یگانگت سے بہتر کرنا چاہیئے تاکہ دفاعی پیداواری صلاحیت میں اضافہ ہو۔

3۔ اسلامی دنیا کو اپنی مجموعی قومی پیداوار کی خطیر رقم دفاعی تحقیق اور جدید دفاعی صنعت میں خود کفالت کے حصول کے لئے مختص کرنی چاہیئے۔

4۔ مسلم جامعات اور درسگاہوں کو سائنسدان اور ماہرین پیدا کرنے چاہئیں تاکہ حالاتِ حاضرہ سے نبرد آزما ہونے کے لئے جدید دفاعی صنعت میں خود کفالت پیدا کی جاسکے۔

5۔ عرب ریاستوں کو اپنی پیٹرو ڈالرز دولت اپنے ہاں جدید دفاعی صنعت کی پیداوار کے حصول پر خرچ کرنی چاہیئے۔

حوالہ جات

1) Lawinside.com/dictionary/defence.industry

2) ۔صنعتِ اسلحہ، آزاد دائرۃ المعارف، www.wikipaedia.org/wiki

3) ۔القرآن، الحدید، 25:57

4)آرٹیکل ھٰذا میں شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ (المتوفی 1230ھ) کے ترجمہ قرآن (موضح القرآن) (کراچی: ایچ۔سعید کمپنی)، سے آیات کا ترجمہ لکھا گیا ہے۔

(5)۔القرآن، سبا، 34:10-11

(6)۔القرآن، انبیاء، 21:80

7)۔امین احسن اصلاحی، مولانا (المتوفی 1997ء)، تدبّر قرآن، (لاہور، فاران فاؤنڈیشن، 1430ھ)، سورہ انبیاء، آیت: 28

8)-القرآن، الانفال، 8:60

(9)- رازی، فخر الدین محمد بن عمر (المتوفی 606ھ)، مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر)، (بیروت، دارالفکر، 1401ھ)، ج:4، ص:559

(10)- مسلم بن حجاج القشیری النیشاپوری (المتوفی 261ھ)، الجامع الصحیح، (بیروت، دارالاحیاء العربی، 2010ء)، کتاب الامارۃ، باب فضل الرمی والحث علیہ وذم من علمہ ثم نسیہ، رقم حدیث: 1917

[11])۔ابو داؤد، سلیمان بن اشعث الازدی السجستانی (المتوفی 275ھ)، السنن، (بیروت، المکتبۃ العصریہ، صیدا، س۔ن)، کتاب الجہاد، باب الرمی، رقم حدیث: 2513

[12]) ۔آلوسی، محمود شکری (المتوفی 1802ء)، بلوغ الارب فی معرفۃ احوال العرب، مترجم اردو و حواشی ڈاکٹر پیر محمد حسن (لاہور، اردو سائنس بورڈ، طبع دوم، 2002ء)، ج:2، ماخوذ از ص: 392-393

[13])۔ندوی، محسن عثمانی، پروفیسر، ڈاکٹر (پیدائش 1947ء) مشاہیر مسلم سائنسدان اور سائنس و صنعت میں مسلمانوں کا عروج وزوال، (نئی دہلی، انسٹیٹیوٹ آف آبجیکٹو سٹڈیز، طبع 2018ء)، ص:80

([14])۔الواقدی، ابو عبداللہ محمد بن عمر واقد المدنی، المتوفی 207ھ)، المغازی، (بیروت، دارالاعلمی، 1409ھ)، جلد اول، ص:96

(15)۔محمد طفیل (المتوفی 1986ء)، نقوش، رسول ﷺ نمبر: فوجی تنظیم عہدِ رسالت میں، (لاہور، ادارہ فروغِ اردو، دسمبر 1983ء) جلد: پنجم، شمارہ نمبر 130، ص:568

16)۔ایضاً، ص:569، 570

(17)۔عبدالحق محدث دیلوی، شیخ (المتوفی 1052ھ)، مدارج النبوۃ اردو ترجمہ معین الدین نعیمی، (لاہور، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، 2012ء)، جلد 2، ص؛ 803-804

18)۔اسلحہ سازی، آزاد دائرۃ المعارف، ویکیپیڈیا، http//ur.m,Wikipedia.org>Wiki

(19)۔عبدالرؤف داناپوری، اصح السیر، (کراچی، اصح المطابع کارخانہ تجارت کتب، س۔ن)، ص:695

20)۔ جرجی زیدان، علامہ (م1914ء)، تمدنِ اسلام، اردو ترجمہ: محمد حلیم انصاری، ردولوی، (کراچی، شیخ شوکت علی اینڈ سنز، 1964ء)، حصہ اول، ص:252

(21)۔ ابن کثیر، عماد الدین اسماعیل بن عمر الدمشقی (المتوفی 774ھ)، السیرۃ النبویہ ﷺ، (بیروت، دارالفکر، 1407ھ)، جلد:3، ص:658-659

22)۔ بلیاوی، عبدالحفیظ، ابوالفضل، مولانا، (سن وفات نامعلوم)، المنجد عربی اردو (کراچی، دارالاشاعت، اردو، 1975ء)، بذیل: دبب، ص:309

23)۔ جرجی زیدان، تمدنِ اسلام، اردو ترجمہ: محمد حلیم انصاری، ردولوی، حصہ اول، ص:252

24)۔ الکتانی، محمد بن عبدالحئ (المتوفی 1382ھ)، نظام الحکومت النوبیہ المسمی التراتیب الاداریہ، (بیروت، دارِ ارقم، 2010ء)، ج:1، ص:299

25)۔ ایضاً، ج:1، ص:299

26)۔ ایضاً، ج:1، ص:299

(27)۔ حمیداللہ، محمد، ڈاکٹر (المتوفی 2002ء)، رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی (کراچی، دارالاشاعت، 1987ء)، ص: 261-262

28) ۔کاندھلوی، محمد ادریس، مولانا (المتوفی 1974ء)، سیرۃ المصطفیٰ، (لاہور، مکہ پبلشنگ کمپنی، 1358ھ)، ج:2، ص:313-314

29)۔ شبلی نعمانی، شمس العلماء، علامہ (1332ھ)، الفاروق، (لاہور، مکتبہ رحمانیہ، س۔ن)، ص:256

30)۔ ایضاً، ص:256

31)۔ انشال راؤ، اسلام میں دفاعی بجٹ کی اہمیت، 8.6.2020>/Jasarat.com/blog/

(32)۔ محمود احمد غازیؒ، ڈاکٹر (المتوفی 2010ء)، محاضراتِ معیشت و تجارت، (لاہور، الفیصل ناشران، 2017ء)، چوتھا خطبہ، ص:178

33)۔ ندوی، پروفیسر محسن عثمانی، مشاہیر مسلم سائنسدان اور سائنس وصنعت میں مسلمانوں کا عروج وزوال، ص:304

34)۔ جرجی زیدان، تمدنِ اسلام، اردو ترجمہ: محمد حلیم انصاری، ردولوی، حصہ اول، ص:252

35)۔ المسعودی، علی بن حسین الشافعی (المتوفی 346ھ)، مروج الذہب ومعادن الجوہر المعروف تاریخ المسعودی، (بیروت، دارالانحاس، 1965ء)، ج:5، ص:195

36) library.ahnafmedia.com,Februrary,8,2016

37) ۔ثروت دولت، ڈاکٹر، ملتِ اسلامیہ کی تاریخ، (لاہور، اسلامک پبلیکیشنز، 1989ء)، ج:1، ص:88

38)۔ندوی، محسن عثمانی، پروفیسر، مشاہیر مسلم سائنسدان اور سائنس وصنعت میں مسلمانوں کا عروج وزوال، ص:57-58

39)۔الصلابی، علی محمد، ڈاکٹر (پیدائش:1963ء)، معاویہ بن ابی سفیان الصحابی الکبیر والملک المجاہد، اردو مترجم: پروفیسر جاراللہ ضیاء، (مظفر گڑھ، الفرقان ٹرسٹ، 2011ء)، ص:468

40) ۔ایضاً، ص:469

41)۔رشید اختر ندوی، تہذیب وتمدن اسلامی، (لاہور، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، 1952ء)، ج:2، ص:118

42)۔السیوطی، عبدالرحمٰن جلال الدین (المتوفی 911ھ)، حسن المحاضرۃ فی تاریخ، (مصر، القاہرہ، دار احیاء، 1387ھ)، ج:2، ص:368

43) ۔النویری، احمد بن عبدالوہاب شہاب الدین (المتوفی 1333ء)، نہاۃ الارب فی فنون الادب، (بیروت، دارالکتب علمیہ، 1424ھ)، ج:6، ص:186

44)۔رشید اختر ندوی، تہذیب وتمدن اسلامی، ج:2، ص:118

45) ۔ثروت دولت، ڈاکٹر، ملتِ اسلامیہ کی مختصر تاریخ، ج:1، ص:117

46) ۔ندوی، معین الدین احمد شاہ (المتوفی 1974ء)، تاریخ اسلام، (لاہور، اردو پبلک لائبریری، 2003ء)، حصہ دوم، ص:149

47) ۔ثروت دولت، ڈاکٹر، ملتِ اسلامیہ کی تاریخ، ج:2، ص:145

48) ۔ندوی، سلیمان، سید (المتوفی 1953ء)، عربوں کی جہاز رانی، (اعظم گڑھ، دارالمصنفین شبلی اکیڈمی 1935ء)، ص: 142،141

49) library.ahnafmedia.com, Februrary,8,2016.

50) - علی اکبر ولایتی، ڈاکٹر، اسلامی تہذیب و تمدن، مترجم معارف اسلام پبلیشرز، (ناشر: انشارات نور مطاف، 1428ھ)، ص:278

51) ۔ندوی، ابوالحسن، علی (المتوفی 1999ء)، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، (کراچی، مجلس نشریاتِ اسلام، 1979ء)، ص:190

52) library.ahnafmedia.com, Februrary,8,2016.

53)-انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، ص:193

54)۔ڈاکٹر محمد فاروق خان، اُمتِ مسلمہ کامیابی کا راستہ (حصہ دوم)، س۔ن، المورد: ادارہ علم وتحقیق

javedahmadghamd.orgi

55)۔ Dr. Abdul Qadir Khan (d:2021 A.D), Development of Science and Technology) in the Muslim World, Restriction and the pathway,southasia.com> 23/01/2021, /irigs.iiu.edu.pk>gsdl> index (date : unknown)

56)۔ عبدالوکیل، ابو علی، اسلام، سائنس اور مسلمان، (لاہور، علم و عرفان پبلشرز، اردو بازار، 2009ء)، ص:229

(57)- ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسی (المتوفی 279ھ)، السنن، (الریاض، دارالسلام، 1999ء) ابواب العلم، کتاب العلم باب ماجآء فی فضل الفقہ علی العبادۃ، رقم حدیث:2687

58)۔ Abdur Rehman Koya, How the west has made Muslim regimes dependent on weapons Supplies, Crescent International, vol: 35, No:7,8th Sha'aban,1427 A.H

59) Ibid.

60) ۔ ثاقب ریاض، ڈاکٹر، امت مسلمہ اور مستقبل کا اسلوب، ھلال اردو، Hilal Publication,www.hilal.govr.pk> detail

61)- طارق ملک، صنعت و حرفت اور سائنس و ٹیکنالوجی میں ترقی، 6مارچ 2019ء، www.hum.news.pk.com

62)۔ محمد ثاقب، کیا پاکستان دیگر ممالک کو دفاعی سامان برآمد کرنے کے قابل ہے؟۔ 5جون 2021ء، urdu.voa.com

63)۔ نصرت مرزا، پاکستان کی بڑھتی ہوئی دفاعی صلاحیت، 23مارچ، www.alarabia.nets.politicc,2015

64)- عمر فاروق، سپری رپورٹ: اسلحے کے بڑے آڈرز سے پاکستانی بحریہ، فضائیہ اور بری کی صلاحیت میں اضافہ، 17مارچ 2021ء، www.bbc.com

65)۔ سعودی عرب کی دفاعی صنعت میں امریکہ کی سرمایہ کاری، urdupoint.com,24.6.2021

66)- عبداللہ ضیفی، مشرقِ وسطیٰ میں اسلحے کی دوڑ اور زمینی حقائق، فروری 2014ء، اخبار امت، www.tarjamatulquran.org

67)۔ سید عاصم محمود، اسرائیل ہائی ٹیک عسکری طاقت کیسے بنا؟، 28جنوری، 2018ء، www.express.p> srov

68) . www.trt.net.tr,25.06.2023